ماہنامہ

اہل السنۃ
Ahl Us Sunnah

January 2023 جنوری ۲۰۲۳ء

نفاق کی مسموم آب وہوا اور ہمارا معاشرہ

دو عظیم اور فائدے مند کام

وقف، معنیٰ ومفہوم - ایک تجزیاتی مطالعہ

اسٹیٹس (نور کا ہالہ، ظلمت کا پرنالہ)

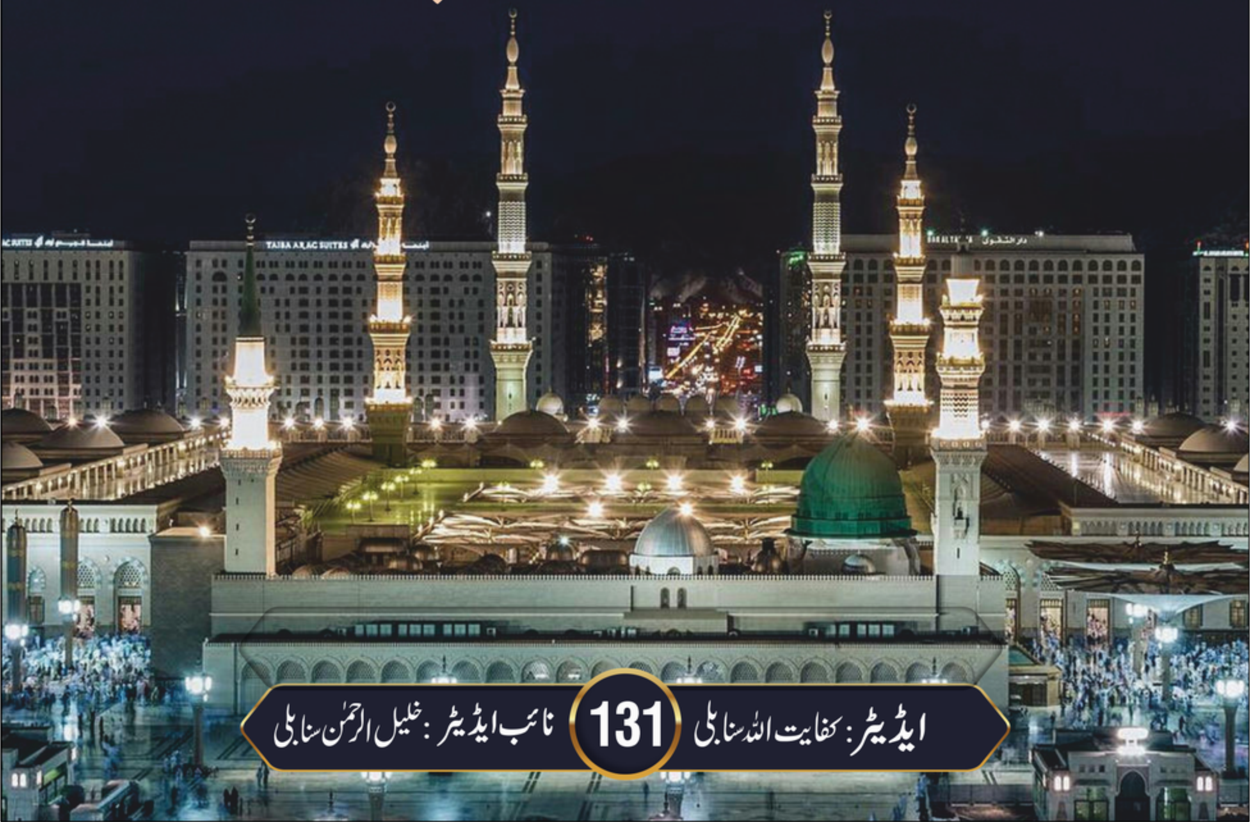

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی 131 نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمن سنابلی

سورۃ الضحیٰ کا پیغام

یہ پوری سورت آپ کی زندگی بدل دے گی۔

آپ اس سورہ کو سن کر تو دیکھیں، پڑھ کر تو دیکھیں آپ کے دل کی تنگی تحلیل ہو گی۔

اللہ سورہ کے آغاز میں دو قسمیں کھاتے ہیں: {وَالضُّحٰی} ''دن کی روشنی کی قسم ہے''۔

{وَاللَّیلِ اِذَا سَجٰی} ''اور رات کی جب وہ چھا جائے''۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی دونوں کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔

زندگی بھی تو ایسے حالات سے گزارتی ہے، کبھی روشن کبھی تاریک۔

تو پتہ چلا دونوں ہی برے نہیں ہوتے ہیں، دونوں کا آنا لازم ہوتا ہے اور دونوں اپنی خوبصورتی کے ساتھ آتے ہیں۔

جب روشنی ہوتی ہے تو تاریکی چھانا لازمی امر ہے اور جب تاریکی ہے تو روشنی آنا بھی لازمی امر ہے۔

اس بات پر آپ کو یقین ہونا چاہیے۔ کیا یقین ہونا چاہیے؟ کہ کچھ بھی ہو:

{مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی} ''آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہوا ہے''۔

ساری دنیا چھوڑ سکتی ہے رب نہیں چھوڑے گا۔ جب لوگ آپ سے دور ہونے کی کوشش کریں تو پریشان مت ہوں،

آپ کا رب نہیں چھوڑے گا۔ ہر محبت بیزار ہو سکتی ہے، لیکن خالق کی محبت مخلوق سے ختم نہیں ہوتی۔

کتنی پیاری تسلی ہے نا، ربِّ کعبہ کی رحمت ہمارے ساتھ ہے۔

جب ہم دنیا میں خسارے میں جا رہے ہوتے ہیں، ہر چیز دور جا رہی ہوتی ہے، دنیا منہ موڑے کھڑی ہوتی ہے تو یاد رکھیں:

{وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی} ''اور البتہ آخرت آپ کے لیے دنیا سے بہتر ہے''۔

اصل چیز تو آخرت ہے۔ دنیا کی کامیابی کے لیے آخرت سے سمجھوتہ نہیں ہو سکتا ہے۔

آپ کیوں امید کرتے ہیں کہ لوگ راضی کریں؟ آپ کیوں ایسے اعمال نہیں کرتے کہ اللہ آپ کو راضی کرے؟

آپ اللہ کے لیے کوشش کریں، اللہ تسلی دیتے ہیں۔

{وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی} ''اور آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے''۔

کیا ہوا جو ساری محنت ضائع ہو گئی؟ کیا ہوا سب نے چھوڑ دیا؟ کیا ہوا سب کے آگے برے بن گے؟

کیا ہوا مسلسل ناکامی ہے؟ کیا ہوا مسلسل تنگی ہے؟ کیا ہوا کوئی راہ نظر نہیں آتی؟

یاد رکھیں! اللہ آپ کے ساتھ ہے وہ آپ کو بھولے گا نہیں۔ تو پھر کیا غم؟ پھر کیا پریشانی؟

لوگوں کی بیزاریت پر پریشان نہ ہوں۔ آپ مسلمان ہیں، آپ کے پاس اعزاز ہے،

آپ کا رب آپ سے بیزار نہیں ہو گا۔

تو پھر مسکرائیے نا!! اور ہر دکھ، درد اور تکلیف اللہ کے سپرد کر دیں۔

Ahlus Sunnah

Volume No.11, Issue No.132, January, 2023

جلد: ۱۱
شمارہ: ۱۳۲

فی شمارہ Rs. 40/-
سالانہ Rs. 400/-

جنوری ۲۰۲۳ء

ماہنامہ

اہل السنۃ
Ahlus Sunnah

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی — نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی • حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی • گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

• شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی • دکتور عبید الرحمٰن مدنی • شیخ نورالحسن مدنی • شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: • Current Account : ICICI Bank • Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 • IFSC Code : ICIC0001028 • Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اهل السنة
Ahlus Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

نفاق کی مسموم آب وہوااور ہمارا معاشرہ	رشید سمیع سلفی	05
تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما (تیرہویں قسط)	کفایت اللہ سنابلی	08
وقف، معنیٰ ومفہوم-ایک تجزیاتی مطالعہ (قسط اول)	محمد مبارک مدنی	16
مبادئی توحید ربوبیت (قسط:۲)	عبید اللہ الباقی اسلم	23
دو عظیم اور فائدے مند کام	حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی	29
مَولیٰ کا حقیقی مفہوم	شفیق احمد محمد عدیل محمدی	32
سلف صالحین کے نزدیک علماء اور اساتذہ کی تعظیم وتوقیر کے چند نمونے	مامون رشید سلفی	33
اسٹیٹس (نور کا ہالہ، ظلمت کا پرنالہ)	عبد الرزاق شمس الحق محمدی	42
سورۃ الملک: فضائل اور دروس وعبر	عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی	47

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

نفاق کی مسموم آب و ہوا اور ہمارا معاشرہ

رشید سمیع سلفی

نفاق ایک مرض ہے، ایک مہلک کینسر ہے، دین واخلاق کے لیے زہر ہلاہل ہے، نفاق کو علماء نے دو خانوں میں تقسیم کیا ہے، ایک نفاق اعتقادی ہے اور دوسرا نفاق عملی ہے، وہ گناہ جو عقیدہ ومنہج سے تعلق رکھتے ہیں اس سے انسان نفاق اعتقادی کا مرتکب ہوتا ہے، اس کا ارتکاب کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، مثلاً مسلمان ہوتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف کفار سے قلبی ہمدردی رکھنا اور ان کے مفادات کے لیے کام کرنا، جیسا کہ عبداللہ بن اُبی اور مدینہ میں اس کا گروہ تھا، دوسرا عملی نفاق ہے جس کا تعلق انسان کے عمل واخلاق سے ہے لیکن اس میں مبتلا شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے، مثلاً وعدہ خلافی، جھوٹ اور خیانت وغیرہ ہے۔

یاد رہے کہ عمل وکردار کی یہ شناعتیں اگر چہ انسان کو کفر وشرک تک نہیں پہنچاتی ہیں لیکن ان کو معمولی سمجھ کر ان کا مرتکب ہونا یقیناً ہولناک نتائج کا موجب ہے، کسی گناہ کا شناعت میں کم ہونا اس لیے نہیں ہوتا ہے کہ ان کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ اگر چہ یہ گناہ نسبتاً کم سنگین ہے لیکن یہ بھی اللہ کو ناراض کرنے والا ہے، اس سے بھی اجتناب برتا جائے، عملی نفاق کو ہلکے میں لینے کا نتیجہ یہ ہے کہ نفاق کے چوپٹ دروازے ازخود کھل جاتے ہیں اور گناہ کا بازار گرم ہوجاتا ہے، موجودہ دور میں یہ حادثہ پیش آ گیا ہے، عملی نفاق انسانی کردار اور سماجی رویوں کا حصہ بن چکا ہے، گلی گلی اور گاؤں گاؤں میں نفاق الگ الگ صورتوں میں جلوہ گر ہے، سچ کہوں تو نفاق ایک کلچر بن کر ہماری عملی زندگی میں سرایت کر رہا ہے، ہمارے عمل واخلاق میں نفوذ کر رہا ہے، یہ نفاق کہاں نہیں ہے؟ بیٹے اور باپ کے درمیان نفاق، میاں بیوی کے درمیان نفاق، استاد اور شاگرد کے درمیان نفاق، ناظم اور ملازم کے درمیان نفاق اور حاکم ومحکوم کے درمیان نفاق، ہر طرف بس نفاق کی ہوائیں چل رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نفاق کی ایک علامت قول وعمل کا تضاد بتلایا ہے، سروے کیجیے اور نفاق کے کرداروں کو قریب سے محسوس کیجیے، آپ کیا کہیں گے؟ جب ایک آدمی ایک شخص کی قدم قدم پر برائی کرتا ہے، اس کے عیوب پر تبصرے کرتا ہے، پھر وہ اسی کے ہی دسترخوان پر لذت کام ودہن سے محظوظ ہوتے ہوئے اسی کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتا ہے، اس کے قدموں میں بچھا جاتا ہے، تحسین وتعریف میں ہر حد سے گزر جانا چاہتا ہے، کمال حیرت ہے، جو پہلے متکبر اور مغرور تھا، اب ملنسار اور خاکسار قرار پایا ہے، جو پہلے تنگ دل، کنجوس اور بخیل ہوتا تھا، وہ اب حاتمِ زمانہ ٹھہرایا جارہا ہے، آگے بڑھتے ہیں، ایک شخص شادی میں انواع واقسام کی نعمتوں سے معمور پر تکلف دسترخوان پر ساری کسر نکالتا ہے، حلق تک سب کچھ اتارنے کے بعد جگہ بدل کر کھڑا ہوجاتا ہے اور دانتوں میں خلال کرتے ہوئے کہتا ہے، بھلا بتائیے، اتنا خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اتنے میں دس پندرہ غریب بچیوں کی شادیاں ہوجاتی تھیں، اسراف اور فضول خرچی سے سماج کب نجات

پائے گا؟امیروں نے تو ماحول کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے لیکن جیسے ہی صاحبِ خانہ کا وہاں سے گذر ہوتا ہے،فوراًلمبا سلام کرتے ہوئے قصیدہ خوانی شروع کر دیتے ہیں،ماشاء اللہ کھانا بہت لا جواب تھا،انتظام بہت اچھا ہے،میٹھا تو ایسا تھا کہ ہونٹ چاٹتے رہ گئے،اب آپ فیصلہ کریں کہ قول وفعل کا یہ تضاد کیا کہلائے گا؟نفاق اور کسے کہتے ہیں؟ٹھہرئے،مثالیں اور بھی ہیں،ایسے کئی طبقۂ علماء کے مسیحاؤں کو دیکھا ہے جو ائمہ ومدرسین کے غم میں دبلے ہوئے جاتے تھے،ان کی کم تنخواہوں پر آنسو بہاتے تھے،وہ بھی جب کسی مسجد کے ٹرسٹی ہوئے تو زیادہ کی استطاعت رکھنے کے باوجود تنخواہ مارکیٹ کے سکۂ رائج الوقت کے مطابق رکھا اور امام پر خوب بندشیں لگائیں تاکہ یہ ڈربے میں بند ہوکر رہیں،کچھ ہاتھ پاؤں نہ مارسکیں،مسیحائی بے رحمی میں بدل جاتی ہے،مروت طوطا چشمی کا روپ دھار لیتی ہے،اس کے علاوہ آپ کو اور بہت سے تماشے ملیں گے،صرف آنکھ کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ذرا اور آگے بڑھیے تو ظاہر وباطن کا تضاد بھی اسی نفاق کا حصہ ہے جو ایمان کے تقاضوں سے میل نہیں کھاتا ہے،اس پہلو سے مسلم سماج کو دیکھیے تو آپ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے،ایک سے بڑھ کر ایک مثال ہے،ایسے کتنے لوگ ہیں جو تقوی وللّٰہیت کا صرف مکھوٹا اپنے ظاہر پر سجا کر رکھتے ہیں،معاملات میں تقویٰ ان کے اندر سے ایسے غائب ہو جاتا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔۔۔۔یقین نہ آئے تو موجودہ شادیوں کے پر رونق بازار میں داخل ہو جایئے،تقویٰ کا خوبصورت لباس دیکھ کر رشتہ پیش کر دیجیے،آپ کو کئی بہانوں سے وہی تکلیف دہ صورتحال نظر آئے گی جو دنیاداروں کے یہاں پائی جاتی ہے،بات وہ نہیں کریں گے ایک ثالث کرے گا،وہ کہے گا الحمدللہ حضرت جی کو کسی چیز کی کمی نہیں ہے،یہ بے نیاز ہیں،ابھی حج سے لوٹے ہیں،آپ لین دین کے سخت خلاف ہیں لیکن اپنے بچوں کے آگے کس کی چلتی ہے؟لڑکا کہتا ہے کہ ’’موین‘‘ کے ساتھ کار بھی چاہیے،فلاں اور فلاں مطالبہ ہے،حالانکہ حضرت جی اس کے سخت مخالف ہیں،یہ پوری گفتگو حضرت جی براہ راست سن رہے ہوں گے لیکن سر اوپر نہیں اٹھائیں گے،اس لیے کہ ترجمانی ان کی ہو رہی ہوتی ہے،بس اپنی متقیانہ شہرت کا بھرم رکھنے کے لیے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ترجمان سے کہلواتے ہیں،کیا یہ ظاہر وباطن کا کھلا تضاد نہیں ہے؟آدمی دین وتقویٰ کی ظاہر داری برتے اور بباطن ایسی دنیادارانہ خواہشات پال کر رکھے،افسوس کا مقام ہے۔

لباس زہد کی ظاہر فریبیوں پہ نہ جا ۔۔۔ چڑھے ہوئے ہیں اندھیروں پہ روشنی کے غلاف

ظاہر اور باطن کی بوالعجبی ذرا سمت بدل کر ایک دوسرے حلقے میں دیکھیں گے تو تضاد کی انتہائی خوفناک صورت نظر آئے گی،عقیدہ وفقہ کے کئی مسائل میں اہل حدیث کی طرف سے پیش کیے جانے والے قطعی دلائل کا جب پہلی بار دیدار ہوتا ہے تو دل گواہی دیتا ہے کہ علماء اہل حدیث کا موقف ہی صحیح ہے،مگر اپنے بزرگوں کے نام نہاد تفقہ کی لاج رکھنے کے لیے اور اپنے متعصب سماج کے ہاتھوں رسوائی سے بچنے کے لیے مسلک کی ریکھا سے ذرا بھی نہیں سرکتے ہیں،ہاں کبھی کبھار خفیہ سرگوشیوں

کی بھنک باہر آجاتی ہے تو اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں، یہ ظاہر و باطن کا تضاد ہی تو ہے کہ زندگی بھر تین طلاق کے تین واقع ہونے کے فتوے دیتے رہے لیکن جب اپنی بیٹی تین طلاق کی زد میں آئی تو کہتے ہیں، اس مسئلے میں تو علماء اہل حدیث کا موقف ہی صحیح ہے، ہم لوگ اپنی فقہ سے ہٹ کر فتویٰ نہیں دے سکتے، تم ان کے علماء سے ہی فتویٰ حاصل کرو، وہاں عافیت مل جائے گی، وگرنہ حلالہ کے بازار میں ہمارا سب کچھ لٹ جانے والا ہے، پوری زندگی شرمساری کے گھٹن میں گزرے گی۔

اگر ہم غور کریں تو ایسے سینکڑوں عملی مناظر ہیں جن میں نفاق کا رنگ صاف نظر آتا ہے، یہ ایک چلن بن چکا ہے، یہ ایک کلچر کی شکل اختیار کر چکا ہے، بہتیروں کے یہاں صبح و شام کا مشغلہ ہے، کتنوں کے یہاں یہ بزنس کا اخلاق بن چکا ہے، نفاق کے مریضوں کو نبی ﷺ کے اسوے سے سبق لینے کی ضرورت ہے، آپ نے اپنی زندگی کے کٹھن اور مشکل لمحات میں بھی کبھی اس قسم کے چونچلوں سے کام نہیں لیا، آپ دوٹوک اور کھرے تھے، برجستہ اور بے ساختہ تھے، راست باز اور صدق شعار تھے، نہ تو اپنی چال ڈھال میں اداکاری برتی اور نہ گفتار میں لاگ لپیٹ رکھا، کبھی لیپا پوتی اور ملمع سازی نہیں کی، کبھی خوشامد اور بے جا پذیرائی نہیں کی، حضرت عبداللہ بن سرح جب مرتد ہو گئے اور آپ ﷺ کے بارے میں بہت نامناسب باتیں پھیلانے کی کوشش کی، فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمادیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی معافی کے لیے ان کو لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور سفارش کی، ان کے دو بار معافی کی درخواست پر بھی آپ خاموش رہے، تیسری بار جب انہوں نے درخواست کی تو آپ نے معافی دے دی، مگر ان دونوں کے وہاں سے رخصت ہونے کے بعد آپ ﷺ نے کہا، جب میں عثمان رضی اللہ عنہ کے کہنے پر خاموش تھا، کیوں نہیں تم لوگوں نے اسے قتل کر دیا، لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول: آپ کو ذرا سا آنکھ سے اشارہ تو کرنا چاہیے تھا، ہم اسے قتل کر دیتے، اللہ کے نبی ﷺ نے اس موقع پر بہت فکر انگیز جملہ کہا تھا، آپ نے فرمایا: "لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ" "پیغمبر آنکھوں کے اشارے نہیں کیا کرتے" [سنن ابی داؤد: ۴۳۵۹، صحیح]

سوچیے! کتنا عظیم سبق ہے اس مثال میں، گویا نبی ﷺ فرما رہے ہیں، ایک ہی مجلس میں ایک شخص کے سامنے کچھ ظاہر کروں اور تمہارے سامنے اس کے برخلاف کچھ اور تاثر دوں، یہ دورخا پن میرا اور کسی پیغمبر کا طریقہ نہیں ہے، آپ نے یہ ادنیٰ چھل بھی گوارہ نہیں فرمایا، آج کنکھیوں سے کیا کچھ کام نہیں لے لیا جاتا ہے، زمین پر اتر کر دیکھیے، انسانی زندگی کا غور سے جائزہ لیجیے، دشمنی دوستی کی اوٹ سے جھانکتی نظر آئے گی، جھوٹ سچ کے پردے سے سر نکالے گا، فریب اعتماد کے چلمن میں جھلکے گا، انجامِ کار آپ کو ماننا پڑے گا کہ معاشرہ نفاق کے دلدل میں گہرا دھنستا چلا جا رہا ہے، لوگ دوہرے معیار و کردار کے خوگر ہوتے جا رہے ہیں، لہٰذا اے اللہ تیری پناہ۔۔۔

الٰہی آبرو رکھنا بڑا نازک زمانہ ہے　　دلوں میں بغض رکھتے ہیں بظاہر دوستانہ ہے

(تیرہویں قسط)

تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

کفایت اللہ سنابلی

متن پر دوسرا اعتراض: متن کے محکم ہونے پر اعتراض

(الف) متن کے نسخ کا دعویٰ

❁ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم والی حدیث منسوخ ہے۔ یہ اعتراض امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی سے نقل کر کے اس کی تائید کرنے کی کوشش کی ہے۔[فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة: ٣٦٤/٩، السنن الكبرىٰ للبيهقي، ط الهند: ٣٣٨/٧]

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی نسخ کی بات کہی ہے۔ دیکھیں: [شرح معاني الآثار، ت النجار: ٥٦/٣]

عرض ہے کہ:

یہ اتنی کمزور اور بے کار بات ہے کہ زاہد کوثری جیسے متعصب حنفی شخص نے بھی اس بات کو رد کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا:

”ولم أتعرض لإحتمال النسخ لأنه احتمال ضعيف جدا وإنما تعرض له الشافعي “

”میں نے نسخ کا احتمال پیش کیونکہ یہ احتمال بہت ضعیف ہے، اسے امام شافعی نے پیش کیا ہے“[الإشفاق في أحكام الطلاق :ص:٤٨]

دراصل منسوخ کا دعویٰ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے پاس صحیح سند سے ناسخ موجود ہو اور یہاں صحیح سند تو دور کی بات کسی ضعیف سند سے بھی ناسخ موجود نہیں ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ (المتوفی ٧٥١) فرماتے ہیں:

”وأما دعواكم نسخ الحديث، فموقوفة على ثبوت معارض مقاوم متراخ، فأين هذا؟ “

”رہا تمہارا حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ متاخر اور ثابت شدہ ناسخ موجود ہو، لیکن اس کا وجود ہی کہاں ہے؟“[زاد المعاد، ن مؤسسة الرسالة: ٢٤٣/٥]

❁ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اجماع اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

عرض ہے کہ:

اول تو تین طلاق کے تین ہونے پر اجماع ہوا ہی نہیں، بلکہ تین طلاق کے ایک ہونے پر اجماع ہوا ہے۔

دوسرے یہ کہ اجماع یہ امت اور مخلوق کی طرف سے ہوتا ہے اور دین خالق یعنی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ

کے دین کو مخلوق یعنی امت منسوخ نہیں کرسکتی، یہ واضح بات ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ: اجماع بذات خود ناسخ نہیں ہے لیکن یہ ناسخ کے وجود پر دلالت کرتا ہے، یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ ناسخ تھا یہ اور بات ہے کہ ہم تک یہ نہیں پہنچ سکا۔

عرض ہے کہ: اول تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا اس میں قدیم حکم کے منسوخ ہونے کا فیصلہ تھا ہی نہیں ، بلکہ انہوں نے تو صاف اعتراف کیا کہ اس معاملے میں تمہارے لیے مہلت تھی لیکن تمہاری لاپرواہی کے سبب بطور سزا یہ مہلت ختم کی جارہی اور اب طلاقِ بدعت نافذ کردی جائے گی۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اور دین قرآن وحدیث دونوں پر مشتمل ہے اس لیے دین سے متعلق قرآن کی کوئی آیت یا اللہ کے نبی ﷺ کی کوئی حدیث قطعاً گم نہیں ہوسکتی، بلکہ قیامت تک محفوظ رہے گی جیسے قرآن محفوظ رہے گا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵٦) نے کہا:

”أن اللّٰہ تعالی قد قال (إنا نحن نزلنا لذكر وإنا له لحافظون) فمضمون عند كل من يؤمن باللّٰہ واليوم الآخر أن ما تكفل اللّٰہ عز وجل بحفظه فهو غير ضائع أبدا لا يشک فی ذلک مسلم وكلام النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم كله وحی بقوله تعالی﴿وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوَى ، إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡیٌ يُوحَى﴾(النجم:۳۔۴) والوحی ذكر بإجماع الأمة كلها والذكر محفوظ بالنص فكلامه عليه السلام محفوظ بحفظ اللّٰہ عز وجل ضرورة منقول كله إلينا لا بد من ذلک فلو كان هذا الحديث الذی ادعی هذا القائل أنه مجمع علی تركه وأنه منسوخ كما ذكر لكان ناسخه الذی اتفقوا عليه قد ضاع ولم يحفظ وهذا تكذيب لله عز وجل فی أنه حافظ للذكر كله ولو كان ذلک لسقط كثير مما بلغ عليه السلام عن ربه وقد أبطل ذلک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم فی قوله فی حجة الوداع اللهم هل بلغت “

”اللہ تعالیٰ نے کہہ رکھا ہے کہ: (ذکر کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے)(الحجر:۹) اس آیت کی بنا پر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے جس چیز کی حفاظت کا ذمہ لے لیا وہ کبھی بھی ضائع نہیں ہوسکتی، اس میں کسی مسلمان کو کوئی شک نہیں ہے، اور نبی ﷺ کی احادیث بھی سب کی سب وحی ہیں جیسا کہ اللہ نے کہا: (آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے بلکہ جو کچھ بھی بولتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی

ہوتی ہے) (النجم:۳-۴) اور وحی بھی ذکر ہے جیسا کہ اس پر ساری امت کا اجماع ہے اور ذکر کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لے لیا ہے، تو نبی ﷺ کی احادیث بھی محفوظ ہیں، اللہ نے ان کی حفاظت کی بھی ذمہ داری لی ہے، ان ساری احادیث کا امت تک پہنچنا ضروری ہے۔ تو یہ حدیث جس کے بارے میں اس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے ترک کرنے پر اور اس کے منسوخ ہونے پر لوگوں کا اتفاق ہے جیسا کہ یہ شخص کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس منسوخ حدیث کا جو ناسخ ہے وہ گم ہوگیا اور اس کی حفاظت نہیں ہوسکی! اور ایسا کہنا اللہ تعالیٰ کی اس بات کو جھٹلانا ہے کہ اس نے ہر ذکر کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، اگر اس طرح کی باتیں مان لی جائیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے رب کے دین کا جو حصہ امت تک پہنچایا ہے ان میں سے اکثر حصہ ساقط قرار پائے گا، نیز حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کے اس فرمان کا بھی کوئی معنیٰ نہیں رہ جائے گا کہ اللہ گواہ رہ میں نے دین لوگوں تک پہنچا دیا ہے'' [الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم: ۷۱/۲]

حدیث کے محفوظ ہونے سے متعلق یہی بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی کہہ رکھی ہے اور عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی یہی وضاحت کی ہے۔ دیکھیے: [جامع المسائل لابن تيمية: ۱۶۲/۴، التوسل أنواعه وأحكامه: ص: ۱۱۴]

معلوم ہوا کہ اجماع بھی ناسخ کے وجود پر دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر کسی ناسخ کا وجود ہوتا تو وہ ناسخ گم نہیں ہوسکتا تھا بلکہ اللہ اسے محفوظ رکھتا۔ واضح رہے کہ اجماع کا یہ دعویٰ بھی محض خیالی ہے اس کی کوئی سچائی نہیں ہے، جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

❁ نسخ کی دلیل کے لیے پیش کی جانے والی ابوداؤد کی حدیث کا جائزہ:

بعض لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے نسخ پر استدلال کرنے کی کوشش کی ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

حدثنا أحمد بن محمد المروزي، حدثني علي بن حسين بن واقد، عن أبيه، عن يزيد النحوي، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: "(والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء، ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في أرحامهن) الآية، وذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعتها، وإن طلقها ثلاثا، فنسخ ذلك، وقال: ﴿الطلاق مرتان﴾

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہے وہ تین طہر تک ٹھہری رہیں اور ان کے لیے حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں جو پیدا کر دیا ہے اسے چھپائیں) یہ اس وجہ سے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تھا تو رجعت کا وہ زیادہ حقدار رہتا تھا گرچہ اس نے تین طلاقیں دے دی ہوں، پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور ارشاد ہوا ''الطلاق مرتان''، یعنی طلاق کا اختیار صرف دو بار ہے'' [سنن أبي

داؤد:۲۵۹/۲رقم:۲۱۹۵]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بعض لوگوں نے اس بات کی دلیل بنانے کی کوشش کی ہے کہ طلاق ثلاثہ کو ایک ماننے والی بات **منسوخ** ہے۔[فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة:٣٦٤/٩، السنن الكبرى للبيهقي، ط الهند:٣٣٨/٧]

عرض ہے کہ:

اولاً:

اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے لیے طلاق دینے کی تعداد مقرر نہیں تھی اور ایک شخص بار بار طلاق دے کر بار بار رجوع کرتا رہتا تھا، خواہ وہ الگ الگ زمانے میں ہی طلاق دیتا تھا، مثلاً ایک شخص نے ایک طلاق دے کر رجوع کیا، پھر ایک مدت کے بعد دوسری طلاق دے کر پھر رجوع کیا، پھر ایک مدت کے بعد تیسری طلاق دیا تو اس سے بھی رجوع کرسکتا تھا، حتیٰ کہ اس کے بعد چوتھی طلاق دے کر اس سے بھی رجوع کرسکتا تھا، یعنی اسی طرح زندگی بھر وہ طلاق اور رجوع کا سلسلہ جاری رکھ سکتا تھا، خواہ ہر طلاق الگ الگ زمانہ میں ہی دی ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ پر روک لگائی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی حدیث میں آگے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

فنسخ ذلک، وقال: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾

پھر یہ چیز منسوخ کردی گئی اور اللہ نے کہا: (طلاق (رجعی) دو بار ہی ہے)[سنن أبي داود :رقم:٢١٩٥]

اور ان دو کے بعد تیسری بار طلاق دے گا تو بیوی حرام ہوجائے گی جیسا کہ اس آیت کے بعد فوراً ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾

”(اگر اس کے بعد پھر (یعنی تیسری بار) طلاق دے گا تو اس کی بیوی حرام ہوجائے گی جب تک دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے)“[البقرة:٢٣٠]

معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی للہ عنہ یہاں جس چیز کو منسوخ بتارہے ہیں وہ بغیر کسی حد کے بار بار طلاق اور بار بار رجوع کا معاملہ ہے نہ کہ بیک وقت تین طلاق کو ایک ماننے کا معاملہ۔

اور ناسخ اس حکم کو بتارہے ہیں کہ اس کے بعد تین طلاق کی حد متعین کردی گئی، یعنی اب اگر کوئی دو بار طلاق دے کر رجوع کرلیا، تو تیسری بار طلاق کی صورت میں اسے رجوع کا حق نہیں ملے گا بلکہ اس کی بیوی اس کے لیے حرام ہوجائے گی۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا یہی مفہوم بیان کیا ہے چنانچہ کہا:

”هذه الآية الكريمة رافعة لما كان عليه الأمر في ابتداء الإسلام، من أن الرجل كان أحق

برجعة امرأته، وإن طلقها مائة مرة ما دامت في العدة، فلما كان هذا فيه ضرر على الزوجات قصرهم اللّٰه عز وجل إلى ثلاث طلقات، وأباح الرجعة في المرة والثنتين، وأبانها بالكلية في الثالثة، فقال: ﴿الطَّلاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

’’یہ آیت کریمہ اس حکم کو ختم کرتی ہے جو ابتدائے اسلام میں تھا، اس طرح کی ایک آدمی طلاق دینے کے بعد عدت میں رجوع کرسکتا تھا خواہ سینکڑوں بار طلاق دے چکا ہو، لیکن اس میں بیویوں کے لیے مصیبت تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے تین طلاق تک حد مقرر کردی اور پہلی اور دوسری طلاق کے بعد ہی رجوع کا اختیار دیا، اور تیسری بار طلاق دینے پر عورت کو کلی طور سے جدا کر دیا چنانچہ فرمایا: (طلاق دو مرتبہ ہیں، پھر (ہر ایک کے بعد) یا تو اچھائی سے روکنا ہے یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے) [تفسير ابن كثير /دار طيبة : ٦١٠/١]

یہ کہنے کے فوراً بعد امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تائید میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کو پیش کیا ہے، جس سے واضح ہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یہی مفہوم سمجھا ہے۔

بلکہ ایک دوسری مرسل حدیث سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا یہی مفہوم واضح ہوتا ہے چنانچہ:

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۷۹) نے کہا:

عن هشام بن عروة، عن أبيه أنه قال: ”كان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تنقضي عدتها، كان ذلک له، وإن طلقها ألف مرة فعمد رجل إلى امرأته فطلقها حتى إذا شارفت انقضاء عدتها راجعها، ثم طلقها، ثم قال لا والله لا آويک إلي، ولا تحلين أبدا، فأنزل اللّٰه تبارک وتعالى (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ) فاستقبل الناس الطلاق جديدا من يومئذ، من كان طلق منهم أو لم يطلق “

عروہ بن زبیر فرماتے ہیں: ’’کہ پہلے ایک آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا اور عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا تھا تو اس کے لیے یہ جائز تھا خواہ وہ ہزار بار ایسا کرے، تو ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا یہاں تک کہ جب اس عدت کے اختتام کا وقت آیا تو پھر سے رجوع کر لیا، اور اس کے بعد پھر طلاق دے دیا اور کہا کہ: اللہ کی قسم میں تجھے نہیں اپناؤں گا اور تو کبھی حلال بھی نہیں ہوسکتی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (طلاق دو مرتبہ ہیں، پھر (ہر ایک کے بعد) یا تو اچھائی سے روکنا ہے یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے) پھر اس دن کے بعد سے لوگوں نے نئے طریقہ پر طلاق دینا شروع کیا، جو پہلے طلاق دے چکے تھے وہ بھی اور جنھوں نے نہیں دیا انہوں نے بھی‘‘ [موطأ مالك ت عبد

الباقی:٥٨٨/٢، وإسناده صحيح إلى عروة]

عروہ تک اس کی سند صحیح ہے۔

لیکن عروۃ نے اسے مرسلاً بیان کیا ہے اور مرسل حدیث احناف کے یہاں حجت ہوتی ہے۔

بہرحال ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں بیک وقت تین طلاق کو ایک ماننے والے مسئلہ کو منسوخ نہیں بتایا ہے بلکہ ابتدائے اسلام میں لامحدود طلاق دینے اور رجوع کرنے کے حکم کو منسوخ بتایا ہے۔

اس کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ فرمانِ فاروقی والی حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہی صراحت کی ہے کہ عہدِ رسالت، عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کے ابتدائی دو سال تک تین طلاق کو ایک مانا جاتا تھا، اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیک وقت تین طلاق کے ایک ماننے کو منسوخ نہیں جانتے تھے۔

ثانیاً:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ سند میں علی بن حسین بن واقد ضعیف راوی ہے۔

امام نسائی نے "ليس به بأس" کا قول منقول ہے لیکن ان سے بسندِ صحیح ثابت نہیں ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے لیکن کوئی صریح توثیق نہیں کی ہے۔

اس کے مقابل میں امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۷) نے کہا:

"ضعيف الحديث"، "یہ ضعیف الحدیث ہے" [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ت المعلمي:١٧٩/٦، وإسناده صحيح]

امام ابوحاتم رحمہ اللہ کی اس صریح تضعیف کے مدمقابل کوئی بھی توثیق موجود نہیں ہے۔

متاخرین میں بعض نے اسے سچا کہا ہے لیکن حفظ وضبط کے لحاظ سے اسے ثقہ نہیں مانا ہے مثلاً امام ذہبی (المتوفی ۷۴۸) رحمہ اللہ نے کہا:

"صدوق وثق"، "یہ سچا ہے اس کی کمزور توثیق کی گئی ہے" [المغني في الضعفاء للذهبي، ت نور:٤٤٥/٢]

امام ذہبی رحمہ اللہ صیغۂ تمریض کے ساتھ وثق اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں جسے ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہو اور اس کی کوئی معتبر توثیق موجود نہ ہو۔

مثلاً عبداللہ بن ابی الجعد کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور باقی کسی نے ان کو ثقہ نہیں کہا ہے تو امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

"عبد الله هذا وإن كان قد وثق ففيه جهالة"

’’عبداللہ،اس کی گرچہ کمزور توثیق کی گئی ہے لیکن اس کے اندر جہالت ہے‘‘[میزان الاعتدال للذهبي ت البجاوي :٤٠٠/٢]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ صیغۂ تمریض کے ساتھ’’وثق‘‘ کا لفظ امام ذہبی رحمہ اللہ کی خاص اصطلاح ہے جس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے اور یہ کمزور توثیق ہے، جیسا کہ ان کی ساری کتابوں سے یہ واضح ہے۔

بہرحال اس روای کی کوئی بھی ایسی توثیق موجود نہیں ہے جو امام ابوحاتم رحمہ اللہ جیسے زبردست ناقد ومتقدم امام کی صریح تضعیف کا مقابلہ کر سکے اس لیے یہ راوی ضعیف ہی ہے۔

’’تحریر التقریب‘‘ کے مولفین (دکتور بشار عواد اور شعیب ارنؤوط):

’’ضعيفٌ يعتبر به في المتابعات والشواهد‘‘

’’یہ ضعیف ہے، متابعات اور شواہد میں اس کا اعتبار کیا جا سکتا ہے‘‘[تحرير تقريب التهذيب :رقم :٤٧١٧]

نوٹ:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے مؤطا کی عروہ بن زبیر والی مرسل حدیث کو اس کا شاہد بنا کر اسے صحیح کہا ہے یعنی دونوں کے مفہوم کو ایک جانا ہے۔

لیکن فریقِ مخالف ان دونوں کے مفہوم کو ایک نہیں مانتے ،اس لیے ان فہم کے اعتبار سے عروہ بن زبیر والی مرسل حدیث اس کے لیے شاہد نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا وہ ضعیف ہی رہے گی۔ نیز دیکھیے :[الحكم المشروع في الطلاق المجموع للمعلمي:ص:٦١-٦٢]

❁ نسخ پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتویٰ سے استدلال:

بعض لوگوں نے اپنے مطلب کے لیے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ صحابی اگر اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف فتویٰ دے تو وہ حدیث منسوخ ہوگی ،ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ان کی اس حدیث کے خلاف ہے اس لیے یہ حدیث منسوخ ہے۔

عرض ہے کہ:

❁ اولاً:

یہ اصول باطل ہے کیونکہ مرفوع حدیث وحی ہے جو خالق کی طرف سے ہے، جبکہ صحابی کا عمل وحی نہیں ہے اور مخلوق کی طرف سے ہے، پھر خالق کی بات کو مخلوق کی بات کیسے منسوخ کر سکتی ہے؟

اگر کہا جائے صحابی کا عمل ناسخ نہیں ہے لیکن صحابی کے علم میں نسخ کی دلیل ہوگی اسی لیے انہوں نے حدیث کے خلاف عمل کیا، تو عرض ہے کہ اگر کسی ناسخ کا وجود ہوتا تو وہ ناسخ گم نہیں ہو سکتا تھا بلکہ اللہ اسے محفوظ رکھتا، جیسا کہ ماقبل

میں وضاحت کی جا چکی ہے۔ نیز صحابی کا اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل حالات یا کسی مصلحت کے سبب بھی ہوسکتا ہے،اس لیے نسخ کی دلیل قطعاً نہیں ہوسکتا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

”وأن الصحابی إذا عمل بخلاف ما رواه لا یکون کافیا فی الحکم بنسخ مرویه“

”صحابی جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو یہ چیز اس کی حدیث کے منسوخ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے“[فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة:۱۰٦/۳]

ثانیاً:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس مفہوم کی حدیث روایت کی ہے کہ لونڈی کو آزاد کرنا طلاق نہیں ہے، اور پھر اس کے خلاف انہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ لونڈی کو آزاد کرنا طلاق ہے، لیکن کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کے سبب ان کی روایت کردہ حدیث کو منسوخ نہیں کہا ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

نیز اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے ”لبن الفحل“ سے متعلق حرمت رضاعت والی حدیث نقل کی ہے اور اس کے خلاف خود اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل وموقف یہ تھا کہ ”لبن الفحل“ کا اعتبار نہیں ہے، اور احناف اس مسئلہ میں بھی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ چھوڑ کی ان کی حدیث کو لیتے ہیں۔

ثالثاً:

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صحیح مسلم والی اپنی اس حدیث کے موافق بھی فتویٰ دیا ہے جیسا کہ اس سلسلے میں ان سے دس روایات آگے پیش کی جائیں گے۔

مولانا کرم شاہ ازہری بریلوی فرماتے ہیں:

مزید برآں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے الفاظ اس جواب کو قبول نہیں کرتے، آپ فرماتے ہیں: ”**إن الناس قد استعجلوا فی أمر قد کانت لهم فیه أناة**“ (یقیناً لوگوں نے جلدی کرنا شروع کی اس میں جس میں ان کو مہلت ملی تھی) ان الفاظ پر غور کیجیے اور بتائیے کہ کیا منسوخ حکم میں بھی کوئی مہلت ہوا کرتی ہے؟ حکم تو منسوخ ہو چکا، اس پر عمل پیرا ہونے سے روک دیا گیا اب اس میں مہلت کا کیا معنیٰ؟ تو معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہ تھا ورنہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے۔ (دعوت فکر ونظر: مطبوع در مجموعہ مقالات ص:۲۳۸)

☆☆☆

(قسط اول)

وقف، معنیٰ ومفہوم-ایک تجزیاتی مطالعہ

WAQF TERMINOLOGY, MEANING AND DEFINITION-AN ANALYTICAL STUDY

محمد مبارک مدنی (Welfare Office, HWB.)

1- وقف اسلامی قانون (Islamic Law) کا ایک اہم جزءاور مسلمانوں کی ملی زندگی کا ایک روشن باب ہے۔

عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج تک ہر دور میں اس کارِخیر (pious) اور فلاحی پروگرام (welfare & charitableendowment) کو مختلف انداز سے رواج دیا گیا ہے۔

یہ موضوع کافی اہم ہونے کے ساتھ قدرمشکل بھی ہے، احکام حج کی طرح وقف کے مسائل بھی جدت پذیر ہیں، علماء کرام اور فقہائے عظام (Muslim Jurists) کے مابین وقف کے مسائل کو لے کر کافی اختلافات نظر آتے ہیں، اس لیے وقف کے معنیٰ اور مفہوم کو باریکی سے سمجھنا بہت ضروری ہے تاکہ امت کو درپیش مسائل بالخصوص وقف سے متعلق ہندوستان میں رونما ہونے والے مسائل کو اسلامی شریعت (Islamic Jurisprudence) اور ہندوستانی قانون (TheWaqfAct,1995 Asamendedby TheWakf(amendment)Act, 2013 کے مطابق حل کیا جاسکے۔

1.1 وقف کا لغوی (literally) معنیٰ:

وقف تخفیف کے ساتھ عربی زبان کا مصدر ہے، وقف (spelledasWaqf, notwakf) کی جمع اوقاف اور وقوف (plural:AwqafandWaquf) ہے۔ (حوالہ: القاموس المحیط، اور معجم مقاییس اللغہ مادہ: وقف)

وقف سے مراد کوئی بھی شئ جس کو وقف کیا گیا ہو۔ (یعنی موقوف al-mawquf) اور وقف کرنے والے کو واقف (al-Waqif) کہا جاتا ہے۔

اہل لغت نے اس کو دو افعال سے مشتق بتلایا ہے، ایک " اوقف یوقف ایقافا"، جو کہ بہت ہی کمزور وشاذ لغت ہے۔ دوسرا " وقف یقف وقفا" سے ہے۔

عربی زبان کی مشہور ڈکشنری مثلاً لسان العرب اور المصباح المنیر وغیرہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ لغت کے

اندر وقف کے مندرجہ ذیل متعدد معانی (synonymousof waqf) ہیں۔

1- حبس یعنی کسی چیز کو روکنا،قید کرنا۔(Holdstill,Nottoletgo)

2- المنع : منع کرنا(Prohibition)

3- التسبیل : یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔(dedicating something for the sake of Allah)

4- السکون : یعنی ٹھہرنا(stop)،اس کے علاوہ التعلیق (Hanging) والتاخیر (delay) وغیرہ کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

2- وقف کی اصطلاحی تعریف (Definition of Waqf in Islamic Jurisprudence)

وقف کے شرائط اور چند احکام ومسائل میں فقہاء (Jurists) کے مابین قدر اختلاف ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں وقف کی تعریف ڈائریکٹ اور واضح انداز میں نہیں بیان کی گئی ہے۔ بلکہ اس کے احکام ومسائل کو مختلف الفاظ مثلاً صدقہ وخیرات وغیرہ کی شکل میں بیان کیا گیا ہے،اس لیے مختلف فقہاء کے یہاں مندرجہ ذیل تعریفات ہیں:

2.1 فقہ حنفی (Hanafi Jurisprudence) کے مطابق وقف کی اصطلاحی تعریف:

مشہور امام خطیب تمرتاشی،امام نسفی اور مشہور حنفی عالم ابوالحسن برہان الدین المرغینانی رحمہ اللہ اپنی کتاب " **الھدایة فی شرح بدایة المبتدی**"میں رقم طراز ہیں کہ وقف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق یہ ہے کہ :

"حبس العین علی ملک الواقف، والتصدق بالمنفعة مع بقاء العین بمنزلة العاریة"

ترجمہ: "کسی معین مال کی اصل ملکیت اپنے نام رکھنا اور اس سے حاصل شدہ فائدہ کو صدقہ کردینا یا جن لوگوں پر چاہے خرچ کردینا"۔اس کی مثال کرائے (rent) پر دیے گئے اُس مال کی طرح ہے جس کا اصل مالک تو کرائے پر دینے والا ہوتا ہے مگر اس مال سے فائدہ کرایہ دار اٹھاتا ہے۔

فقہ حنفی کے مشہور فقہاء صاحبین یعنی امام محمد اور امام یوسف رحمہم اللہ کے مطابق وقف کہتے ہیں :

"حبس العین علی حکم ملک اللّٰہ تعالی، والتصدق بالمنفعة"

ترجمہ:"کسی معین مال کی ملکیت کو اللہ تعالیٰ کے نام منتقل کردینا اور اس سے حاصل شدہ فائدہ کو خیر و بھلائی (pious) کے کاموں میں خرچ کردیا جائے۔

ملاحظہ کریں :**تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق،فخر الدین الزیلعی الحنفی** اور **ردالمحتار علی**

الدر المختار لابن عابدين الحنفي.

وقف کی مذکورہ تعریفات کے تجزیہ(anylize) کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق وقف کرنے سے واقف کی ملکیت ختم نہیں ہوتی ہے، بلکہ ایک کرائے (rent) پر دیئے گئے مال کی طرح وقف کئے گئے مال کا اصل مالک واقف ہی رہے گا اور اس سے حاصل شدہ فائدے کو صدقہ کر دیا جائے گا۔ جبکہ امام محمد اور امام یوسف رحمہم اللہ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد خاص بلکہ فقہ حنفی کے اہم ستون ہیں، ان کے مطابق وقف کرنے سے واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور ملکیت اللہ رب العالمین کے نام منتقل ہو جاتی ہے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''المبسوط'' میں وضاحت کرتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق چونکہ مال موقوف کا مالک واقف ہے، سوائے مسجد کے، وہ جب چاہے اسے ختم کر سکتا ہے۔ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے اور دیگر تصرفات بھی کر سکتا ہے۔ اگر واقف کا انتقال ہو جائے تو اس وقت اس کے وارثین (legal heir) میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ہاں حاکمِ وقت اگر چاہے یا وفات پانے والے شخص کی کوئی شرط ہو تو تقسیم سے روکا جا سکتا ہے۔

جبکہ صاحبین کے مطابق اس طرح کے تمام تصرفات جائز نہیں ہیں کیونکہ اب یہ مال اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ مال موقوف کو بیچنا(sale)، ہبہ کرنا(gift)، رہن رکھنا اور میراث(mortgage) کرنا بالکل ناجائز ہے۔

فقہ حنفی کے اندر صاحبین کے قول کے مطابق عمل ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے۔

2.2 فقہ مالکی (Maliki Jurisprudence) کے مطابق وقف کی اصطلاحی تعریف:

مواہب الجلیل، شرح الخرشی کے مؤلفین رقم طراز ہیں کہ فقہائے مالکیہ (Maliki Jurists) کے مطابق وقف کی تعریف میں امام خلیل مالکی لکھتے ہیں:

''جعل المـلـك مـنـفعة مملوكة، ولو كان مملوكا بأجرة، أو جعل غلاة كدراهم لمستحق بصيغة مدة ما يراه المحبس''

ترجمہ: ''کوئی اپنی ملکیت کے منافع خواہ اجرت ہو یا پیداوار اس کو درہم کی طرح جتنی مدت کے لیے چاہے کسی مستحق کو دے دے''

امام ابن عرفہ مزید کہتے ہیں: ''هـو إعـطـاء منفعة شيء مدة وجوده لازما بقائه في ملك معطيه ولو تقديرا''

ترجمہ: '' کوئی اپنی ملکیت کے منافع ہمیشہ کے لیے کسی مستحق کو دے دے، اور مال موقوف کا مالک (Owner)

واقف ہی رہے, چاہے عارضی ہی کیوں نہ ہو"

اس تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ مالکی مسلک میں صرف منافع دیئے جاتے ہیں۔ اصل مال واقف ہی کی ملکیت (Ownership) میں رہتا ہے۔ اس کو امام ابوحنیفہ کی طرح اعارہ (Rent) یعنی ادھار نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس لیے کہ " مدة وجودة" کے الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ جب تک وہ (مال موجود رہے) اس کے منافع مالک کو نہیں ملیں گے، ادھار میں یہ شرط نہیں ہوتی بلکہ کچھ وقت بعد ادھار میں دیئے گئے مال کے منافع بھی اصل مالک کو واپس مل جاتے ہیں۔

مالکیہ کے مطابق وقف لازم ہے، ایک بار وقف کرنے کے بعد ختم نہیں کیا جا سکتا یعنی ہمیشہ وقف ہی رہے گا ایک قول کے مطابق۔ جبکہ امام خلیل مالکی کے مطابق تابید یعنی ہمیشہ کے لیے وقف کیا جائے یہ ضروری نہیں ہے بلکہ ایک معین مدت کے لیے بھی وقف کیا جا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی طرح مالکیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ موقوف کا مالک (Owner) واقف ہی رہے گا مگر مالکیہ کے مطابق واقف کو کسی بھی طرح کا تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ جبکہ ابوحنیفہ کے نزدیک تصرفات مثلاً بیع (sale)، ہبہ (gift) اور میراث (mortgage) کی تقسیم کا اختیار دیا گیا ہے۔

2.3 فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے (Shafie and Hambli Jurisprudence) مطابق وقف کی اصطلاحی تعریف:

امام طبری شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب "شرح المزنی" میں لکھتے ہیں کہ وقف کہتے ہیں: "تحبیس الأصل وتسبیل المنفعة"

ترجمہ: "اصل مال کو وقف کر دینا اور اس سے حاصل شدہ فائدہ کو صدقہ کر دینا"

فقہ شافعی کے نامور امام ماوردی، امام بغوی، امام رافعی اور امام شربینی رحمہم اللہ وقف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حبس مال یمکن الانتفاع به مع بقاء عینه، بقطع التصرف فی رقبته علی مصرف مباح موجود"

ترجمہ: "وقف ایسے مال کو روکے رکھنے کا نام ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہو، مگر اصل مال باقی رہے اور اس کا مصروف موجود اور جائز ہو"

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی اور امام مناوی رحمہم اللہ مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: "کہ مال موقوف کے اندر تصرف کرنے کا اختیار واقف کو نہیں رہتا ہے یعنی مال موقوف کی بیع (sale) جائز نہیں، ہبہ (gift) اور میراث

(mortgage)میں انتقال سب ناجائز ہے۔

2.4ابن قدامہ الحنبلی (Humbali Jurist) اپنی کتاب ''المغنی'' میں وقف کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

''تحبيس الأصل وتسبيل الثمرة أو المنفعة''

ترجمہ:''کسی مال کو وقف کر دینا اور اس کی پیداوار یا اس سے حاصل ہونے والے فائدہ کو صدقہ کر دینا وقف کہلاتا ہے''

یہی الفاظ نبی اکرم محمد ﷺ سے منقول ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں حاصل ارض خیبر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا تھا:

''إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا، فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ''

ترجمہ:''اگر چاہے تو اصل جائیداد اپنے قبضے میں روک رکھ اور اس کے منافع کو خیرات کر دے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس شرط کے ساتھ صدقہ (وقف) کیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے، نہ ہبہ کی جائے اور نہ وراثت میں کسی کو ملے'' (رواہ البخاری:۲:۲۷۷، ومسلم:۱۶۳۲)

مطلب:'' آپ چاہو تو زمین کو روکے رکھو (یعنی وقف کر دو) اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔ وقف کرنے کے بعد اس کو نہ تو بیچنا (sale) جائز ہوگا اور نہ ہی ہبہ (gift) اور میراث (mortgage) میں انتقال جائز ہوگا بلکہ تمام تصرفات ناجائز ہوں گے''

فقہائے شافعیہ اور فقہائے حنابلہ اور اسی طرح فقہائے احناف کے مفتی بہ قول امام محمد اور امام یوسف کی تعریفات کے تجزیاتی مطالعہ اور علماء کے راجح اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے مطابق مال موقوف کی ملکیت (Ownership) اللہ تعالیٰ کے نام منتقل ہو جاتی ہے اور واقف کے لیے تمام قسم کے تصرفات ناجائز ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق وقف کا مالک صرف اللہ رب العالمین ہے۔

2.5 فقہ شیعہ (Shia'a Jurisprudence) کے مطابق وقف کی تعریف:

اس موضوع پر شیعہ فقہ کا موقف جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہندوستان کے اندر کافی جائیداد شیعہ وقف ریکارڈ میں درج ہیں۔ اسی لیے ہندوستان کے وقف قانون (Waqf laws) میں وقف بورڈوں کی تشکیل میں شیعہ بورڈ یا ایک شیعہ ممبر کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

ابوجعفر الطّوسی اپنی کتاب ''المبسوط فی فقه الامامیه'' میں وقف کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"الوقف هو تحبيس الأصل وتسبيل المنفعة" جبکہ "مفتاح الكرام في شرح قواعد العلامه السيد العاملی" میں بعینہٖ یہی تعریف لفظ "عقد" کے اضافہ کے ساتھ منقول ہے۔

مذکورہ تعریف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شیعہ فقہ کے اندر بھی وقف کی تعریف جمہور سنی فقہاء کے مطابق ہی ہے۔

2.6 وقف کی راجح تعریف:(Preferable Definition of Waqf)

دیگر محققین علماء کرام(ProminentMuslim Scholar) کی آراء اور مذکورہ تعریفات کے مطالعہ کے بعد میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جمہور فقہاء(Majority of Jurists of Islamic Jurisprudence) کے قول کے مطابق وقف کی جامع اور مانع تعریف یہ ہے کہ:

"حبس العين على حكم ملك الله تعالى والتصدق بالمنفعة على جهة البر ابتداء أو انتهاء فقط"

ترجمہ:''اصل مال کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت(Ownership) میں منتقل کر دینا شروع میں یا آخر میں، اور اس سے حاصل شدہ فائدہ کو خیر و بھلائی(pious and charity) کے اس مصرف میں خرچ کر دینا جس کے لیے وقف کیا گیا ہے۔

نوٹ: تعریف میں موجود لفظ "ابتداء ا أو انتهاء ا" ترجمہ:''شروع میں یا آخر میں'' کے الفاظ ایک فقہی اختلاف کی طرف اشارہ ہے جس کو ماہرین فن جانتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ واقف نے اپنی جائیداد کو اللہ کی ملکیت میں چاہے شروع یعنی وقف کرتے وقت ہی منتقل کر دیا ہو یا پھر شروع میں اولاد کے نام وقف کیا ہو یا کسی رشتہ دار یا اپنے ہی نام رکھا ہو اس شرط کے ساتھ کہ مرنے کے بعد یہ جائیداد "انتهاء ا" یعنی آخر میں اللہ کے نام وقف کہلائے وغیرہ۔ چنانچہ کوئی بھی جائیداد ان الفاظ کے ساتھ وقف شمار کی جائے گی۔ مستقل کسی مضمون میں اس کی مزید تفصیل بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

3.0 وقف کی تعریفات کا تجزیہ اور متعلقہ مسائل کی وضاحت(Clarification of few issues in the light of definition of Waqf)

وقف سے متعلق تمام مسالک کے فقہائے کرام کی مختلف تعریفات ہیں، اس کی بنیادی وجہ وقف کے مندرجہ ذیل مسائل میں اختلاف ہے۔

1- دوام و استمرار:(Perpetual) کیا ایک بار وقف ہمیشہ کے لئے وقف مانا جائے گا؟ یا متعینہ مدت کے لیے بھی وقف کیا جا سکتا ہے؟

جمہور فقہاء کے مطابق دوام و استمرار شرط ہے۔ چنانچہ ایک بار وقف ہمیشہ کے لیے وقف تصور کیا جائے گا۔ متعینہ

مدت کے لئے وقف کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ وقف کی تعریفات سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔ یہی راجح قول بھی ہے۔(Once a Waqf is always Waqf) ہندوستان کی سپریم کورٹ بھی اسی قول کی پابند ہے اور اسی پر ہندوستان میں عمل درآمد ہے۔

جبکہ فقہائے مالکیہ کے مطابق ایک متعینہ مدت یا کسی مال کو واقف کی وفات تک وقف کرنا جائز ہے۔

2- ملکیت وقف: (Ownership of waqf) یعنی وقف کا مالک واقف ہوگا یا اللہ تعالیٰ کی ملکیت کہلائے گا؟ جیسا کہ میں نے پہلے بھی اشارہ کیا کہ جمہور علماء مثلاً امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور فقہ حنفی کا مفتی بہ قول امام یوسف اور امام محمد بن حسن، ظاہریہ اور دیگر فقہاء کے مطابق وقف کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی قول راجح اور معتبر ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے مطابق وقف کا مالک واقف ہی رہے گا۔ مگر امام ابوحنیفہ، مال موقوف میں کسی بھی طرح کے تصرفات کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

اور فقہائے مالکیہ تمام قسم کے تصرفات مثلاً بیع (sale)، ہبہ(gift) اور میراث(mortgage) میں تقسیم یا مشروط متعینہ مدت کے لیے وقف کرنے کو جائز تصور کرتے ہیں۔

ملکیت کے تعلق سے ایک تیسرا قول بعض شوافع اور امامیہ کا بھی ہے کہ وقف کے مالک وہ لوگ ہوں گے جن کے لیے مال کو وقف کیا گیا ہے۔

3- وقف لازم اور غیر لازم:

فقہاء کی اصطلاح میں لازم کہتے ہیں ایسے عقد(contract) کو جس کو کسی بھی فریق کے ذریعہ ختم نہیں کیا جا سکتا ہو۔

The necessary contractis enforceableas a matter of inevitability, meaning that none of the contracting parties has the right to cancel it.

جمہور فقہاء(Majority of Jurists) کا کہنا یہ ہے کہ وقف لازم ہے۔ ایک بار وقف کرنے کے بعد کسی بھی حال میں وقف کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح مالِ موقوف کے مستحقین(beneficiaries) کو بھی نہیں ختم کیا جا سکتا ہے، جس مقصد کے لیے وقف ہے ہمیشہ اسی کے لیے رہے گا۔

یہی راجح قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ کے مطابق وقف غیر لازم ہے۔ یعنی وقف کو امام مالک کی طرح کسی بھی وقت ختم کیا جا سکتا ہے۔

جاری ہے............

قسط:(۲)

مبادئی توحید ربوبیت

عبید اللہ الباقی اسلم

اس مضمون کی پہلی قسط مئی ۲۰۲۱ء کے شمارے میں ملاحظہ کریں،بعض اسباب ووجوہات کی بنا پر یہ عقدی سلسلہ منقطع ہوگیا تھا،اب دوبارہ اس کا آغاز ہورہا ہے۔الحمدللہ(ادارہ)

سادساً: وجود الٰہی کے چند دلائل:

ا۔ دلیل خلق وایجاد،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذَٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيۡءٍ فَاعۡبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ وَكِيلٌ﴾

’’یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،(اور وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا (ہے)،تو اسی کی عبادت کرو،اور وہ ہر چیز کا نگراں ہے‘‘[الانعام:۱۰۲]

چنانچہ جولوگ وجود الٰہی یا اس کی خالقیت کا انکار کرتے ہیں،ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿أَمۡ خُلِقُوا مِنۡ غَيۡرِ شَيۡءٍ أَمۡ هُمُ الۡخَالِقُونَ﴾

’’کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہوگئے ہیں،یا یہ خود کو پیدا کرنے والے ہیں‘‘[الطور:۳۵]

اس اعتبار سے یہ تین حال سے خالی نہیں ہے:

(أ) انہیں عدم نے پیدا کیا ہے،جو محال ہے۔

(ب) انہوں نے خود کو پیدا کیا ہے،یہ بھی محال ہے۔

(ج) انہیں کسی نے پیدا کیا ہے،اور یقیناً وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات مقدسہ ہے۔

لہٰذا دنیا اور اس میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی تو ہے جو انہیں پیدا کرنے والا ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اکیلا ہر قسم کی عبادتوں کا مستحق ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’فإنهم لم يخلقوا نفوسهم ولم يخلقوا السموات والأرض وأن الواحد القهار الذى لا إله غيره ولا رب سواه هو الذى خلقهم وخلق السموات والأرض فهو المتفرد يخلق المسكن

والسكن......"

"انہوں نے خودکو پیدا کیا،اور نہ ہی آسمان وزمین کو پیدا ہے،اور حقیقت یہ ہے کہ وہ (ذات) جو تنہا غالب ہے، جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے،اور نہ ہی اس کے سوا کوئی پروردگار ہے،اسی نے ان کو وجود میں لایا ہے،اور آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے،اور وہی مسکن (دنیا) وساکن (بسنے والے) (دونوں) کو پیدا کرنے میں منفرد ہے......"

[الصواعق المرسلة:٢/٤٩٢]

۲۔ دلیل ملکیت عامہ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"کہہ دیں کہ (اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا ہے" [سورة المؤمنون:٨٨]

جب اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے تو وہی پوری کائنات کا مالک بھی ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"اور آسمانوں اور زمین کی ملکیت صرف اللہ کی ہے،اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے" [سورة آل عمران:١٨٩]

چنانچہ اس کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہلتا ہے،جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فما شاء كان، وما لم يشأ لم يكن، ولا تتحرك ذرة إلا بإذنه، ولا يجرى حادث إلا بمشيئته، ولا تسقط ورقة إلا بعلمه، ولا يعزب عن مثقال ذرة فی السموات والأرض ولا أصغر ذلک ولا أكبر إلا أحصاها علمه، وأحاطت قدرته، ونفذت بها مشيئته، واقتضتها حكمته، فهذا جمع توحيد الربوبية"

"پس جو چاہا ہوا،اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا،اور اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں حرکت کرسکتا ہے،اور نہ اس کی مشیئت کے بغیر کوئی حادثہ واقع ہوتا ہے،اور نہ اس کے علم کے بغیر کوئی پتہ (بھی) گرسکتا ہے،اور آسمان وزمین کا چھوٹا یا بڑا کوئی بھی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے،اور اس کی قدرت نے اسے گھیر رکھا ہے،اور اسی سے اس کی مشیئت نافذ ہوتی ہے،اور جسے اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے،تو یقیناً یہی توحید ربوبیت کی جامع (دلیل) ہے" [مدارج السالكين:٣/٤٧١]

۳۔ دلیل ربوبیت عامہ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

''ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے، جو پوری کائنات کا پروردگار ہے''[الفاتحہ:۲]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومن، کافر اور فاسق وفاجر سب کو پیدا فرمایا، ان کے لیے رزق مقدر کیا، انہیں نفع بخش چیزوں کی طرف رہنمائی کی اور ضرر ونقصان دہ چیزوں سے آگاہ بھی فرمایا: دیکھیں:[تفسیر السعدی:ص:۹٤٥]

اور یہی وجہ ہے کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی اس ربوبیت عامہ کا اقرار کرتے ہیں۔

سدی فرماتے ہیں:

''ليس فى الأرض أحد من ولد آدم إلا وهو يعرف أن ربه اللّٰه''

''روئے زمین میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی ایسا نہیں جو یہ نہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا رب ہے''[تفسیر طبری:١١٦]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أهل الفطر كلهم متفقون على الإقرار بالصانع''

''فطرت (سلیم) والے سب کے سب صانع (رب کی ربوبیت) کے اقرار پر متفق ہیں''[الفتاوىٰ الكبرىٰ:٦/٣٦٨]

مزید فرماتے ہیں:

''إن الإقرار بالخالق وكماله يكون فطرياً ضرورياً فى حق من سلمت فطرته''

''بے شک خالق اور اس کے کمال کا اقرار ان تمام لوگوں کے حق میں فطری وضروری (امر) ہے جن کی فطرت سلیم ہو''[مجموع الفتاوىٰ:٧٣/٦]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''فعلم أن أصل الإقرار بالصانع والاعتراف به مستقر فى قلوب جميع الإنس والجن وأنه من لوازم خلقه، ضرورى فيهم''

''تو معلوم ہوا کہ صانع (رب کے وجود، اور اس کی ربوبیت) کا اقرار کرنے، اور اس کا اعتراف کرنے کی اصل تمام انسان وجن کے دلوں میں مستقر ہے، اور یقیناً یہ اس کی تخلیق کے لوازم میں سے ہے، (جو) ان میں (ایک) ضروری (امر ہے)''[درء تعارض العقل والنقل:٨/٤٨٢]

۴۔ دلیل تدبیر کون، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾

''اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے، تو ضرور یہ کہیں گے اللہ، لہٰذا (ان سے) کہہ دیں کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟''![سورة يونس:۳۱]

دنیا میں پائی جانے والی مخلوقات کے لیے خالق کا پایا جانا ضروری ہے، بغیر خالق کے ان کا وجود میں آنا امر محال ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾

''کیا وہ خود سے پیدا ہو گئے یا خود کو پیدا کرنے والے ہیں؟''[الطور:۳۵]

اوران مخلوقات کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ کوئی مدبر ہو، جو ان کے معاملات میں تدبیر کرے، رب کا یہ فرمان اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے:

﴿أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ﴾

''بھلا وہ کون ہے جو تمھیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق بند کر دے؟ کچھ نہیں بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں اڑے ہوئے ہیں''[الملك:۲۱]

اور مذکورہ دونوں اسباب (بقاء وجود اور تدبیر امر) کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں ذکر فرمایا ہے:

﴿أَمَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

''بھلا کون پہلی بار خلقت کو پیدا کرتا ہے، پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے، اور تم کو آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟''[النمل:٦٤]

''أَمَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ'' کہہ کر پہلی وجہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہر مخلوق خالق کا محتاج ہے، جبکہ ''وَمَن يَرْزُقُكُم'' سے یہ واضح فرمایا ہے کہ ہر مخلوق مدبر کا محتاج ہے، اور یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے۔ دیکھیں:[الربوبية للدكتور أبى سيف الجهنى :ص:٣٦-٥٦]

ابن ابی العز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''و انتظام أمر العالم كله وإحكام أمره، من أدل دليل علىٰ أن مدبره إله واحد، وملك واحد، و رب واحد، لا إله للخلق غيره، ولا رب لهم سواه''

’’اور پوری دنیا کا انتظام وانصرام اور اس کے امر محکم سب سے واضح وبین دلیل ہے کہ اس کا مدبر ایک ہی معبود ہے، اور ایک مالک ہے، اور ایک پروردگار ہے، اور اس کے علاوہ مخلوقات کا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے سوا کوئی ان کا پروردگار ہے‘‘[شرح العقيدة الطحاوية : ٣٨/١]

۵۔ دلیل آفاق، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾

’’ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں اور خود ان کی ذات میں (بھی) اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لیے ظاہر ہوجائے گا کہ (قرآن) حق ہے، کیا یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے‘‘؟[سورة فصلت:٥٣]

عطاء اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

”(في الآفاق) يعني: أقطار السماء والأرض من الشمس والقمر والنجوم والنبات والأشجار والأنهار.

(وفي أنفسهم)من لطيف الصنعة وبديع الحكمة، حتى يتبين لهم أنه الحق“

’’(اطراف عالم میں) یعنی: آسمان وزمین کے چاروں اطراف سورج، چاند، ستارے، نباتات، درخت، اور نہریں ہیں (یہ سب اللہ کی ایسی نشانیاں ہیں جو اس کے جود پر دلالت کرتی ہیں)

(اور ان کے نفس میں: یعنی: (ان کے اندر جو) باریک بناوٹ، اور بے مثال حکمت (موجود) ہے (اگر انہی پر یہ غور کرلیں) تو ان کے لیے یہ واضح ہوجائے گا کہ وہی برحق ہے‘‘[تفسير البغوی:١٣٧/٤]

کائنات کے چاروں طرف پھیلی ہوئی رب کی یہ مختلف نشانیاں: آسمان وزمین، شجر وحجر، بحر وبر، شمس وقمر، پہاڑ وپربت اور خود انسانوں کا وجود یہ سب آیات کونیہ اللہ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ ایک معمولی سی عمارت خود بخود وجود میں نہیں آسکتی ہے تو بھلا کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ ساری مخلوقات خود بخود وجود میں آگئی ہوں؟

علامہ ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے:

’’کیا انسان کا وجدان یہ باور کرسکتا ہے کہ نظام ربوبیت کا یہ پورا کارخانہ خود بخود وجود میں آجائے، اور کوئی زندگی،

اور کوئی ارادہ، کوئی حکمت اس کے اندر کارفرما نہ ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کارخانۂ ہستی کی ہر چیز میں ایک بولتی ہوئی پروردگاری اور ابھری ہوئی کارسازموجود ہو، مگر کوئی پروردگار، کوئی کارساز موجود نہ ہو؟......!

پروردگاری موجود ہے مگر پروردگار موجود نہیں، کارسازی موجود ہے مگر کوئی کارساز موجود نہیں......! انسان کی فطرت کبھی یہ باور نہیں کرسکتی ہے......'' (ترجمان القرآن:۸۶/۱)

۶۔ دلیل نفس، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾

''اور خود تمہارے وجود میں (ایسی نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں؟'' [الذاریات:۲۱]

انسانی وجود کے اندر ایسی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو اللہ عزوجل کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص صرف اپنے ہی جسمانی نظام پر غور کرلے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہوجائے گا۔

جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وفی أنفسكم أيضا أيها الناس آيات وعِبر تدلُّكم علىٰ وحدانية صانعكم، وأنه لا إله لكم سواه، إذ كان لا شيء يقدر على أن يخلق مثل خلقه إياكم (أَفَلَا تُبْصِرُونَ) يقول: أفلا تنظرون فی ذلک فتتفكروا فيه، فتعلموا حقيقة وحدانية خالقكم''

''اور تمہارے نفس میں بھی اے لوگو! ایسی نشانیاں اور عبرت (کی چیزیں موجود) ہیں جو تمہیں تمہارے خالق کی وحدانیت پر رہنمائی کرتی ہیں، اور یہ کہ اس کے سوا تمہارا کوئی سچا معبود نہیں ہے، کیونکہ کوئی ایسی شی نہیں جو اس بات پر قدرت رکھے کہ وہ اسی طرح (کسی کو) وجود میں لائے جس طرح اس (اللہ) نے تمہیں وجود میں لایا ہے'' [تفسیر الطبری:۴۲۰/۲۲]

لہٰذا ''انسان کے لیے حقیقت شناسی کی راہ یہی ہے کہ خدا کی دی ہوئی عقل وبصیرت سے کام لے اور اپنے وجود کے اندر اور اپنے وجود کے باہر جو کچھ محسوس کرسکتا ہے، اس میں تدبر وتفکر کرے'' [ترجمان القرآن:۸۲/۱]

تو وہ اسی نتیجے تک پہنچے گا کہ اس کارخانۂ ہستی کا کوئی پروردگار ہے جس کی تدبیر سے یہ نظامِ ربوبیت قائم ہے، اور یقیناً وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات مقدسہ ہے۔

جاری ہے............

☆☆☆

دو عظیم اور فائدے مند کام

حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

محترم قارئین! ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کرنا مذہب اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ہے، قرآن و حدیث کے نصوص یہ بتاتے ہیں کہ غریب و مسکین کی مدد، یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا یا اس کے کسی کام آ جانا اللہ کے نزدیک بڑی فضیلت والا عمل ہے، جو لوگ صاحب استطاعت ہیں ان کا فریضہ ہے کہ وہ کمزوروں اور ضرورت مندوں کی مدد کریں، نبی کریم ﷺ اس حوالے سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور اسی صفت کی بنا پر اللہ نے انصار مدینہ کی تعریف کی اور فرمایا:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

''کہ وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں گرچہ انہیں اس کی زیادہ ضرورت ہو'' [سورة الحشر:۹]

تعاون کی ان قسموں میں سے ایک قسم بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

چنانچہ ہم اگر قرآن مجید کی تلاوت کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اللہ نے جہنمیوں کے جہنم میں جانے کے جو اسباب بتائے ہیں ان میں ایک بنیادی سبب یہ بیان کیا ہے کہ یہ لوگ مسکینوں اور غریبوں کا خیال نہیں رکھتے تھے اور انہیں کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اس حوالے سے سورہ مدثر اور سورہ حاقہ کی آیتوں سمیت کئی آیتیں دلیل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں، جیسا کہ اللہ نے ایک جگہ فرمایا:

﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ . وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾

''بے شک یہ (جہنمی) عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہیں دلاتا تھا'' [سورة الحاقة:۳۳-۳۴]

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ. عَنِ الْمُجْرِمِينَ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ .قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ. وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ. وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ. وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ. حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ﴾

''جنتی لوگ جنت میں سوال کریں گے مجرمین (جہنمیوں) سے، کہ تمہیں جہنم میں کس چیز نے ڈالا، تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہیں تھے، نہ مسکینوں کو کھلاتے تھے، اور ہم بحث کرنے والوں کا ساتھ دے کر بحث و مباحثے میں مشغول رہا کرتے تھے، اور ہم بدلے کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔ [سورة المدثر:۴۰-۴۷]

ان دونوں آیتوں میں اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جہنمی خود اپنی زبان سے جہنم میں جانے کے جو اسباب بتا رہے ہیں ان میں سے ایک اہم اور بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ ضرورت مندوں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

مزید اس عمل کی اہمیت معلوم کرنا ہو تو آپ دیکھیں کہ جہاں کہیں بھی کسی بھی غلطی یا گناہ پر کفارے کا ذکر آیا ہے وہاں اللہ نے کفارہ ادا کرنے والے کے سامنے یہ آپشن بھی رکھا ہے کہ وہ مسکین کو کھانا کھلا دے، چاہے وہ ظہار کا کفارہ ہو یا قسم کا یا پھر رمضان میں روزے کی حالت میں بیوی سے جماع کے کفارے کا مسئلہ وغیرہ، شریعت نے ہر صورت میں ایک آپشن یہ دیا ہے کہ کفارہ ادا کرنے والا کھانا کھلا کر اپنے آپ کو اس قید سے آزاد کر لے۔

احادیث رسول اگر دیکھیں تو یہاں بھی اس طرح کی چیزوں کا علم ہوگا، جیسے کہ یہ حدیث دیکھیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ: أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اسلام کی بہترین تعلیم کون سی ہے؟) تو آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا: "کھانا کھلانا اور سلام کرنا اس کو بھی جس کو پہچانتے ہو اور اس کو بھی جس کو نہیں پہچانتے ہو"۔ (اسلام کی بہترین تعلیمات میں سے ہیں) [صحیح بخاری:۱۲]

اور ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ بندے سے اس دن پوچھے گا کہ:

"يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ، فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي، يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ، فَلَمْ تَسْقِنِي، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي"

"اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری خبر نہ لی؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں تیری کیونکر خبر لیتا تو تو مالک ہے سارے جہاں کا۔ پروردگار فرمائے گا: تجھ کو معلوم نہیں میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی خبر نہ لی، اگر تو اس کی خبر لیتا تو مجھ کو اس کے نزدیک پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھ کو کھانا نہ دیا، وہ کہے گا:

اے رب! میں تجھ کو کیسے کھلاتا، تو تو مالک ہے سارے جہاں کا، پروردگار فرمائے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہ کھلایا، اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔ اے آدم بیٹے کے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھ کو پانی نہ پلایا، بندہ بولے گا: میں تجھے کیونکر پلاتا، تو تو مالک ہے سارے جہان کا، پروردگار فرمائے گا: میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہیں پلایا، اگر پلاتا تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا'' [صحیح مسلم:۲۵۶۹]

اور وہ حدیث اس باب میں روشن دلیل ہے کہ جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

''غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ، مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ، قَالَ: كَادَ يَقْتُلُهُ العَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا، فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ المَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ''

''ایک فاحشہ عورت صرف اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے قریب کھڑا پیاسا ہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا دوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہوگئی'' [صحیح بخاری:۳۳۲۱]

اس کے برعکس اس عورت کا بھی ذکر دیکھیں کہ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا، فَلَمْ تُطْعِمْهَا، وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الأَرْضِ''

''ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی، اس نے بلی کو قید کر دیا، اسے کھلایا پلایا نہیں اور نہ ہی آزاد کیا کہ وہ جائے کچھ کھالے'' [صحیح بخاری:۳۳۱۸]

نتیجتاً وہ بلی مرگئی تو اللہ نے اس عورت کے اس غلط عمل کی وجہ سے اسے جہنم میں ڈال دیا۔

یہ اور اس طرح کے کئی نصوص ہیں جو ہمیں اس بہترین کام پر ابھارتے ہیں، غور کریں کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور پیاسوں کو پانی پلانا اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ اللہ نے اسے جنت میں داخلے کا سبب بتایا ہے اور بصورت دیگر اسے جہنم میں داخلے کے اسباب میں سے ایک سبب کے طور پر ذکر کیا ہے، لیکن ہم مسلمان اس عمل کو اتنی اہمیت نہیں دیتے، ہماری نگاہوں میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے، ہم نبی کی اس بہترین سنت کو بھی بھولے ہوئے ہیں، اس سنت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے، بھوکوں کو کھلاؤ اور پیاسوں کو پلاؤ تو اللہ تمہیں بھی کھلائے گا پلائے گا اور تمہاری زندگیوں میں برکت بھر دے گا، بصورت دیگر معاملہ یقیناً بد سے بدترین ہوگا۔

اللہ رب العالمین ہمیں ان دونوں عظیم کاموں کو کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مولیٰ کا حقیقی مفہوم

شفیق احمد محمد عدیل محمدی

اسلامی شریعت اہل مومن کو دین میں غلو اور زیادتی سے منع کرتی ہے، چاہے وہ غلو عقیدہ سے متعلق ہو یا دین کے کسی بھی عام مسئلے یا جزء سے متعلق۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ......﴾ ''کہ تم اپنے دین میں غلو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔۔۔'' [النساء:۱۷۱]

لیکن اس فرمانِ باری کو پیٹھ پیچھے ڈال کر آج امت کے بیشتر لوگ کئی مسائل میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ انہیں مسئلوں میں سے ایک مسئلہ ہے ''حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو مولیٰ تصور کرنے کا''۔

دراصل حدیث کے خزانوں میں سے ایک حدیث اللہ کے رسول ﷺ کی خطبۂ غدیرِ خُم کے متعلق ملتی ہے جس کا پس منظر مختصراً یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خُم کے مقام پر ایک کنویں کے پاس کچھ صحابۂ کرام کو ایک بار خطبہ دیا تھا جس میں آپ نے علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' ''کہ جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں''۔ [سنن الترمذی:۳۷۱۳، حکم الالبانی صحیح]

یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے جس سے علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ان کی فضیلت واہمیت واضح ہوتی ہے۔ لیکن اسی حدیث سے غلط مفہوم نکالنے کی وجہ سے غلو کے شکار کتنے مسلمان شرک میں مبتلا ہو گئے۔ مثلاً کچھ تو اس حدیث کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ بیٹھے۔ جب کہ مشکلوں کو حل کرنے والا، حاجتوں کو پورا کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہے۔ کچھ شیعہ حضرات دو قدم اور آگے بڑھ کر علی رضی اللہ عنہ کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ اولاد دینے والا، موت وزندگی دینے والا، زمین وآسمان پیدا کرنے والا، حاجت روائی کرنے والا اور قیامت کے دن مسندِ عدل پر بیٹھنے والا وغیرہ غیرہ سب کچھ علی رضی اللہ عنہ کو ہی سمجھ لیا۔ اسی طرح شیعہ حضرات مذکورہ حدیث سے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مذکورہ حدیث بیان کر کے اپنے بعد علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ کیا تھا جس پر عمل نہ کر کے صحابہ غاصب ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مذکورہ حدیث سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے بلکہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کو ایمان کا ایک جزو قرار دیا ہے۔

مختصراً یہ کہ حدیث کا سادہ وصحیح مفہوم یہ ہے کہ ''آپ ﷺ جس کے دوست ہیں اس کے دوست علی ہیں''۔ آپ ﷺ سے جس کو محبت ہے اس کو علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہونا چاہیے۔ جو نبی سے محبت کا دعویٰ کرے اور علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہ کرے تو ایسے شخص کا ایمان خطرے سے خالی نہیں ہے۔

سلف صالحین کے نزدیک علماء اور اساتذہ کی تعظیم وتوقیر کے چند نمونے

مامون رشید بن ہارون رشید سلفی

استاد کا احترام اوران کی تعظیم وتوقیر ایک مسلّم فطری اصول ہے جو عام کائناتی نظام کا حصہ ہے، دنیا میں بسنے والے تمام مذاہب وافکار کے حاملین اور ہر رنگ ونسل کے لوگ اپنے اپنے انداز میں اساتذہ اور علماء ومشائخ کا احترام کرتے ہیں، لیکن اسلام اور علمائے اسلام نے اساتذۂ کرام اور علماء کو جو مقام دیا ہے وہ انتہائی قابلِ رشک اور اعلیٰ وارفع ہے۔

زیر نظر مضمون میں نصوص کتاب وسنت سے قطع نظر سلف صالحین کے اقوال وآثار اور عملی نمونوں کی روشنی میں اہل اسلام کے نزدیک اساتذہ کی قدر ومنزلت اور اعزاز واحترام بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سنت یہ ہے کہ عالم کی تکریم وتوقیر کی جائے“۔[جامع بيان العلم و فضله: ٤٥٩/١]

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ آپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سواری کی رکاب تھامے ہوئے ہیں، تو آپ سے کہا گیا کہ: آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد ہیں اور آپ اس انصاری کی سواری کی رکاب تھامے ہوئے ہیں؟! تو آپ نے فرمایا: ”ضروری ہے کہ عالم کی تعظیم کی جائے اور انہیں مناسب مقام ومرتبہ عطا کیا جائے“۔[الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطيب: ١٨٨/١]

امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ”زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد سواری کے لیے ان کے پاس ایک خچر لایا گیا، تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے آکر اس کی رکاب تھام لی، یہ دیکھ کر زید بن ثابت نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد چھوڑ دیجیے! چھوڑ دیجیے! تو آپ نے فرمایا: علماء وفضلاء اور بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی کیا جانا چاہیے“۔ دوسری روایت میں ہے: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ میرے خچر کی رکاب تھامیں گے جبکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں؟ تو آپ نے کہا: ”ہم علماء کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں“۔[الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطيب: ١٨٨/١]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں دو سال تک اپنے دل میں یہ خواہش لیے رہا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کروں، لیکن صرف آپ کی ہیبت کی وجہ سے ہمت نہیں جٹا پایا، یہاں تک کہ آپ ایک مرتبہ حج یا عمرہ کے موقع پر وادیٔ ”مر الظہران“ میں ایک درخت کے پاس اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر لوگوں سے پیچھے رہ گئے، پس جب آپ آئے اور مجھے آپ کے ساتھ خلوت نصیب ہوئی تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین!

میں دوسال سے آپ سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کرنا چاہتا ہوں،لیکن آپ کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی ہے،تو آپ نے فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا،جب بھی کوئی سوال کرنا ہوتو کر لینا،اگر اس کے بارے میں مجھے علم ہوا تو بتا دوں گا،ورنہ کہہ دوں گا کہ میں نہیں جانتا،پھر تم کسی ایسے شخص سے پوچھ لوگے جو جانکار ہوگا،تو میں نے پوچھا کہ: وہ دو خواتین کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے رسول کے مقابلے میں ایک دوسرے کا تعاون کر رہی تھیں؟ آپ نے فرمایا: وہ عائشہ اور حفصہ تھیں۔[جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البر: ١٥٦/١]

لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سعید بن مسیّب رحمہ اللہ دو رکعت نماز ادا کر کے مجلس میں بیٹھتے،تو مہاجرین وانصار میں سے اصحاب رسول ﷺ کے بچے آپ کے پاس حاضر ہوتے،لیکن ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ آپ سے کوئی سوال کرے،یہاں تک کہ آپ خود ہی بات کا آغاز کرتے یا کوئی سائل آ کر آپ سے سوال کرتا،چنانچہ وہ سنتے''۔[الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب: ٤٠٠/١]

عبدالرحمٰن بن حرملہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ: ''کوئی بھی شخص سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتا یہاں تک کہ آپ سے اجازت لے لیتا جیسا کہ حکمران سے اجازت لی جاتی ہے''۔[الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب: ١٨٤/١]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا،آپ کے تلامذہ امیر اور حاکم کی طرح آپ کی تعظیم وتکریم کرتے اور سرداروں کا مقام دیتے تھے''[الجامع للخطیب: ١٨٢/١]

امام اعمش بیان کرتے ہیں کہ: ''ہم لوگ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ویسے ہی ڈرتے اور ہیبت زدہ رہتے تھے جیسے حکمران سے ڈرا اور خوف کھایا جاتا ہے''۔[تذکرة الحفاظ: ٧٤/١]

ابوعبداللہ المعیطی ذکر کرتے ہیں: ''میں نے مکہ میں ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آپ کے پاس سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تشریف لائے اور آپ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے،اور ابوبکر رحمہ اللہ آپ سے حال احوال اور اہل وعیال کے بارے میں دریافت کرنے لگے،اسی دوران ایک شخص آیا اور سفیان بن عیینہ سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کرنے لگا،تو آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ شیخ بیٹھے ہیں کوئی سوال نہ کرنا''۔[الجامع للخطیب: ٣٢٠/١]

حسن بن علی الخلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ہم لوگ معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھے اور آپ ہمیں حدیث سنا رہے تھے،کہ اچانک عبداللہ بن المبارک تشریف لائے،تو معتمر نے اپنی بات روک دی،جب آپ سے کہا گیا کہ: ہمیں حدیث سنائیے! تو فرمایا کہ ہم اپنے بڑوں کے سامنے بات نہیں کرتے ہیں''۔[الجامع للخطیب ٣٢١/١]

احمد بن سنان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ''جب عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ اپنی مجلس میں تشریف فرما ہوتے، تو آپ کی مجلس میں نہ ہی کسی قسم بات کی جاتی، نہ قلم کی نوک تراشے اور سنوارے جاتے اور نہ ہی کوئی مجلس سے اٹھتا، سب ایسے بیٹھے رہتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (کہ ذرا سا ہلیں تو پرندے اڑ جائیں گے) یا وہ نماز میں ہیں''۔[تذكرة الحفاظ: ۳۳۱/۱]

ابوعاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ہم لوگ ابن عون رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ہم سے حدیث بیان کر رہے تھے، اسی دوران ہمارے پاس سے ابراہیم بن عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ کے قافلے کا گزر ہوا۔ان دنوں اپنے بھائی محمد (بن عبداللہ بن حسن النفس الزکیہ) کے قتل کے بعد آپ کو امام کہا جاتا تھا۔لیکن صرف ابنِ عون رحمہ اللہ کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے ہم میں سے کسی نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی جسارت نہیں کی، چہ جائیکہ مجلس سے اٹھ کر جاتا''۔[الجامع للخطيب: ۱۸۵/۱]

حرملہ بن یحییٰ التجیبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:''جب امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے اصحاب الحدیث کا تذکرہ کیا گیا اور یہ شکوہ کیا گیا کہ وہ حصولِ علم کے دوران ادب کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتے ہیں، تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے حدیث، قرآن، نحو اور ان کے علاوہ دیگر چیزوں کا جو کچھ بھی علم حاصل کیا ہے جن سے میں استفادہ کر رہا ہوں، ان کے سیکھنے میں یقینی طور پر میں نے ادب و آداب کا ضرور خیال رکھا، یہاں تک کہ یہ چیز میری طبیعت کا حصہ بن گئی اور پھر جب مدینہ پہنچا اور امام مالک رحمہ اللہ کی ہیبت و رعب اور ان کا علم کی تعظیم و تکریم کرنا دیکھا تو میرے اندر یہ چیز مزید پروان چڑھ گئی، حتیٰ کہ بسا اوقات جب میں امام مالک کی مجلس میں ہوتا تو آپ کی ہیبت اور وقار کی وجہ سے انتہائی لطافت اور قرینے سے صفحات پلٹتا تھا تاکہ کہیں آپ اس کی آواز نہ سن لیں''۔[توالي التأسيس بمعالي ابن ادريس: ص:۱۵۳]

ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''اللہ کی قسم میں نے کبھی بھی اس حالت میں پانی پینے کی جسارت نہیں کیا جب امام شافعی رحمہ اللہ میری طرف دیکھ رہے ہوں، محض آپ کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے''۔[مناقب الشافعي للبيهقي: ۱٤٥/۲]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ:''میں مسلسل چار سال تک ہشیم (بن بشیر الواسطی) رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے سوائے دوبار کے کبھی کوئی سوال نہ کر سکا''۔[تذكرة الحفاظ: ۲٤۹/۱]

عبدوس بن مالک العطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ایک روز ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مجھے ہنستے ہوئے دیکھ لیا تھا، تب سے لے کر آج تک میں آپ سے شرماتا ہوں''۔[مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي: ص:۲۷۳]

امام احمد بن اسحاق الفقیہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے محدثین میں ابراہیم بن ابی طالب رحمہ اللہ سے زیادہ بارعب

اور پر حشمت کسی کو نہیں دیکھا، ہم آپ کے سامنے ایسے بیٹھتے تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، ایک بار ابو زکریا العنبری کو چھینک آئی تو اس نے اسے دبانے کی کوشش کی، تو میں نے چپکے سے اس سے کہا کہ اپنی چھینک نہ دباؤ! تم اللہ کے سامنے نہیں ہو"۔[تذكرة الحفاظ للذهبي :٦٣٨/٢]

ابوزکریا العنبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: "میں سن ۲۸۹ھ میں حسین بن محمد القبانی کے جنازے میں شریک ہوا، نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے ابوعبداللہ البوشنجی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے اور نماز ادا کی، چنانچہ جب واپس لوٹنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کی سواری لائی گئی، ابوعمرو الخفاف نے لگام تھام لی، ابوبکر محمد بن اسحاق نے رکاب پکڑ لیا، ابوبکر الجارودی اور ابراہیم بن ابی طالب آپ کا کپڑا اسنوارنے اور سیدھا کرنے لگے، پھر آپ چلے گئے اور ان میں سے کسی سے بات نہ کی"۔[معرفة علوم الحديث للحاكم :ص:٧٩، تهذيب التهذيب: ٩/٩]

احمد بن ازہر البلخی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "میں بغداد آیا اور میرا مقصد صرف اور صرف احمد بن حنبل سے ملاقات کرنا تھا، چنانچہ وہ یحییٰ بن معین کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے، ہم لوگوں نے آپس میں مذاکرہ کیا، اس کے بعد احمد بن حنبل اٹھے اور میرے سامنے آکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ان چیزوں کو مجھے املا کرا دیجیے، پھر ہم نے باہم مذاکرہ کیا، اور آپ دوبارہ کھڑے ہوگئے اور پھر میرے سامنے آکر بیٹھ گئے، میں نے کہا: اے ابوعبداللہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں! تو آپ نے فرمایا کہ: آپ میری طرف توجہ نہ دیں، میں بس یہ کوشش کر رہا ہوں کہ اسی طرح علم حاصل کروں جس طرح کرنا چاہیے"۔[مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي ص:٧١]

ادریس بن عبدالکریم بیان کرتے ہیں کہ خلف بن ہشام بن ثعلب نے فرمایا کہ: "میرے پاس احمد بن حنبل رحمہ اللہ "حدیث أبي عوانة" سننے کے لیے تشریف لائے، تو میں نے کوشش کی کہ آپ کی عزت افزائی کروں اور آپ کو اوپر مسند پر بٹھاؤں، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: میں تو (نیچے) آپ کے سامنے ہی بیٹھوں گا، کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جن سے علم حاصل کرتے ہیں ان کے سامنے انکساری اور فروتنی کا مظاہرہ کریں"۔[مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي: ص:٧١]

اسحاق الشہیدی بیان کرتے ہیں کہ: "میں یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کو دیکھتا تھا کہ آپ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنی مسجد کے مینار کے ستون سے ٹیک لگا کر جلوہ افروز ہوتے تھے، اور آپ کے سامنے علی بن المدینی، شاذ کونی، عمرو بن علی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہم کھڑے ہو جاتے اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر ہی حدیثوں کے بارے میں سوال کرتے تھے، یہاں تک کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو جاتا، آپ کسی سے بیٹھنے کو نہ کہتے اور آپ کی ہیبت اور تعظیم کی خاطر وہ لوگ خود بھی نہیں بیٹھتے تھے"۔[مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي: ص:٧١]

محمد بن مسلم بن وارہ بیان کرتے ہیں کہ : ’’ہم لوگ ڈرتے تھے کہ کسی مسئلہ میں احمد بن حنبل کو جواب دیں، یا کسی بھی معاملے میں آپ سے بحث ومباحثہ کریں، یعنی آپ کی عظمت وجلالت اوراس رعب داب کی وجہ سے جواسلام کی وجہ سے آپ کوحاصل ہوا تھا‘‘۔[مناقب الإمام أحمد لابن الجوزی :ص:۲۷۳]

ابوبکرالمروذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:’’جسر‘‘ کے امیر حسن بن احمد نے کہا جو کہ ہمارے پڑوس میں رہتے تھے کہ: میں اسحاق بن ابراہیم اورفلاں فلاں سلاطین کے پاس گیااوران سے ملالیکن احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ عظمت وجلالت اوررعب داب والاکسی کونہیں پایا،ایک بارمیں ان سے کسی معاملے میں بات کرنے کے ارادے سے گیالیکن جب انہیں دیکھاتوہیبت کی وجہ سے کانپ اٹھامانوجیسے مجھ پربجلی گرگئی ہو‘‘۔[مناقب الإمام أحمد لابن الجوزی: ص: ۲۹۱]

امام احمد رحمہ اللہ کے فرزند صالح فرماتے ہیں کہ : ’’ایک مرتبہ میرے والدامام شافعی رحمہ اللہ کے خچر کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ یحییٰ بن معین نے انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تو انہوں نے والدمحترم کو پیغام بھیجا کہ :اے ابوعبداللہ! مجھے آپ کا شافعی کے خچر کے ساتھ چلنا بالکل پسندنہیں ہے! تو آپ نے فرمایا:اے ابوزکریا! اگرآپ بھی ان کے خچر کے دوسرے جانب سے ہوکرچلیں تو یہ آپ کے لئے بھی بہت نفع بخش ہوگا۔مزید فرمایا: یہ سب چھوڑیئے اوراگرآپ بھی فقہ سیکھنا چاہتے ہیں تو مضبوطی سے خچر کی دم پکڑ لیجیے‘‘۔[طرح التثریب فی شرح التقریب: ۹٦/۱، سیر أعلام النبلاء: ۸٦/۱۰]

محمد بن رافع بیان کرتے ہیں کہ : ’’میں احمد بن حنبل اوراسحاق بن راہویہ کے ساتھ عبدالرزاق صنعانی کے یہاں قیام پذیر تھا کہ عیدالفطر کا دن آیا تو ہم عبدالرزاق کے ساتھ عیدگاہ گئے، ہمارے ساتھ بہت لوگ تھے، چنانچہ جب ہم عیدگاہ سے لوٹے تو عبدالرزاق نے ہمیں کھانے پر بلایا، اور جب ہم ان کے ساتھ کھانا کھانے لگے تو احمد اوراسحاق رحمہما اللہ سے فرمایا کہ : آج میں نے آپ دونوں کی جانب سے عجیب فعل کا صدور ملاحظہ کیا ہے کہ آپ دونوں تکبیرنہیں پکاررہے تھے! تو احمد اوراسحاق نے فرمایا کہ :اے ابوبکر ہم آپ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اگرآپ تکبیر پکارتے ہیں تو ہم بھی پکاریں گے، لیکن جب ہم نے دیکھا کہ آپ تکبیرنہیں پکاررہے ہیں تو ہم بھی رک گئے، عبدالرزاق نے فرمایا: اور میں آپ دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کیا آپ تکبیر پکاررہے ہیں کہ میں بھی پکاروں‘‘۔ [سیر أعلام النبلاء ۲۱٦/۱۲]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:’’میں نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے زیادہ محدثین کی تعظیم وتکریم کرنے والاکسی کونہیں پایا‘‘۔[الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: ۱۸۲/۲]

ابوعبداللہ یحییٰ بن عبدالملک الموصلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : ’’میں نے مدینہ میں امام مالک رحمہ اللہ کا دربار دیکھا تو ایسالگا کہ گویا بادشاہ کا دربار ہے‘‘۔[تذکرۃ الحفاظ للذهبی :۲۰۸/۱]

عبداللہ بن المعتز فرماتے ہیں کہ:"طالب علموں میں جو متواضع ہوتا ہے وہ ان میں زیادہ صاحبِ علم ہوتا ہے،جیسا کہ جو نشیبی زمین ہوتی ہے اس میں دوسری زمینوں کی نسبت پانی زیادہ ٹھہرتا ہے"۔[الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب: ۱۹۸/۱]

عمرو بن قیس الملائی کو جب کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ ان کے پاس حدیث کا علم ہے، اور آپ ان سے علم حاصل کرنا چاہتے، تو ان کے پاس تشریف لے جاتے، ان کے سامنے بیٹھتے اور نہایت عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، اللہ نے جو علم آپ کو عطا کیا ہے ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں"۔[تذکرۃ السامع والمتکلم :ص:۹۰]

شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :"جب میں کسی سے حدیث سنتا ہوں،تو جب تک وہ زندہ رہتے ہیں میں ان کا غلام بن جاتا ہوں"۔[تاریخ بغداد: ۱۳٤/۹]

ابو معاویہ الضریر (نابینا) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ :"ایک روز میں نے ہارون الرشید کے ساتھ کھانا کھایا، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے ہاتھ دھلنے کے لئے پانی انڈیلا جسے میں پہچان نہ سکا،تو ہارون الرشید نے کہا کہ : کیا آپ جانتے ہیں آپ کے لیے کون پانی انڈیل رہا تھا؟ میں نے کہا نہیں،فرمایا: میں خود، میں نے کہا: امیر المومنین آپ؟!فرمایا: ہاں،علم کی تعظیم وتکریم کے لئے!"۔[المنتظم فی التأریخ :۸/ ۳۲۲، سیر أعلام النبلاء: ۹/ ۲۸۸]

ابو بکر محمد بن الادمونی نحوی فرماتے ہیں کہ :"جب انسان کسی عالم سے علم حاصل کرتا ہے اور ان کے علمی فوائد سے مستفید ہوتا ہے تو وہ ان کا غلام بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وإذْ قالَ مُوسٰى لِفَتاهُ﴾ "اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا" آیت کریمہ میں "فتاہ" سے مراد "یوشع بن نون" ہیں، وہ گرچہ موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اور ہم سفر و متبع تھے لیکن خادم نہیں تھے، اس کے باوجود شاگرد ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خادم اور غلام کے لفظ سے ان کا ذکر کیا ہے"۔اسی طرح کی بات فراء نحوی نے بھی کہی ہے۔[الفقیہ والمتفقہ: ۲۹۹/۲]

بیان کیا جاتا ہے کہ: خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تا کہ آپ انہیں علم اور ادب سکھائیں، چنانچہ ایک روز ہارون الرشید نے دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہوئے اپنا پیر دھل رہے ہیں اور خلیفہ کا بیٹا ان کے پیر پر پانی ڈال رہا ہے،تو آپ اس کی وجہ سے اصمعی پر برہم ہوئے اور کہا کہ : میں نے اسے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے تا کہ آپ اسے علم اور ادب سکھائیں، لہٰذا آپ نے اسے یہ حکم کیوں نہ دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پیر دھلے؟"

احمد بن حمدون بیان کرتے ہیں کہ : ”خلیفہ واثق کے استاد اور مودب ”ہارون بن زیاد“ واثق کے پاس آئے، تو خلیفہ نے ان کی خوب تعظیم وتکریم فرمائی، اور جب ان سے پوچھا گیا کہ : اے امیر المومنین! یہ کون ہیں جن کی آپ نے اس قدر عزت افزائی فرمائی؟ تو واثق نے کہا: یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مجھے اللہ کا ذکر کرنا سکھایا اور رحمت الٰہی سے قریب کیا“۔[تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۲۵۰/۱]

بیان کیا جاتا ہے کہ: ”جب سفیان ثوری رحمہ اللہ کو امام اوزاعی رحمہ اللہ کے آنے کی خبر پہنچی تو آپ ان کے استقبال کے لیے نکل پڑے، یہاں تک کہ مقام ”ذی طویٰ“ میں جا کر ان سے ملے اور قافلہ کے اونٹوں کی قطار سے امام اوزاعی کے اونٹ کی لگام کھول کر اپنے کندھے پر ڈال لیا اور شتربان کے مثل آگے آگے چلنے لگے، چنانچہ جب بھی کسی بھیڑ سے ہو کر گزرتے تو فرماتے کہ ”شیخ کے لیے راستہ دو، شیخ کے لیے راستہ دو“۔[تهذيب الأسماء واللغات النووی: ۱/ ۳۰۰، وفيات الأعيان لابن خلكان: ۱۲۷/۳]

محمد بن حمدون بن رستم بیان کرتے ہیں کہ جب امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ امام بخاری کے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا کہ: ”اے استادوں کے استاد، محدثین کے سردار اور حدیث کی علتوں کے طبیب مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے پیروں کو چوم لوں“۔[سير أعلام النبلاء: ۴۳۲/۱۲]

عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : ”میں جب بھی کسی سفر سے لوٹ کر ابو وائل کے پاس گیا انہوں نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا“۔[سير أعلام النبلاء: ۲۵۷/۵]

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”میں عروۃ بن الزبیر کے دروازے پر آتا کچھ دیر بیٹھتا اور پھر اندر داخل ہوئے بنا لوٹ جاتا تھا، اگر میں چاہتا تو اندر جا سکتا تھا لیکن آپ کی تعظیم کی خاطر ایسا نہیں کرتا تھا“۔[حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني: ۲/۱۳۶]

مزید فرماتے ہیں کہ: ”میں نے (اپنے استاد) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی بہت زیادہ خدمت کی، جس کی وجہ سے آپ کے خادم اور لونڈی مجھے بھی آپ کا خادم ہی سمجھتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے وضو کا پانی بھی میں ہی لاتا تھا“۔[الحلية: ۲/۱۳۶]

بیان کیا جاتا ہے کہ: ”خلیفہ مامون الرشید کے دو بیٹے ”فراء“ نحوی کے پاس نحو کی تعلیم حاصل کرتے تھے، ایک بار وہ کسی کام کے لیے مسند تدریس سے اٹھے، تو دونوں شہزادے دوڑ پڑے کہ جوتیاں سیدھی کر کے استاد کے آگے رکھیں، چونکہ دونوں ساتھ پہنچ گئے تھے اس لیے پہلے تو جھگڑا ہوا پھر خود ہی طے کر کے ہر ایک نے ایک ایک جوتی سامنے لا کر رکھ دی، مامون نے ایک ایک چیز نوٹ کرنے کے لیے پرچہ نویس مقرر کر رکھے تھے، چنانچہ پرچہ نویسوں نے اس واقعہ کی بھی خبر پہنچائی، مامون کو جب اطلاع ہوئی تو ”فراء“ بڑی شان سے دربار میں طلب کیے گئے، مامون نے ”فراء“ سے

پوچھا کہ: سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ ’’فراء‘‘ نے کہا: سب سے زیادہ معزز امیر المومنین ہیں، مامون نے کہا: کیوں نہیں، سب سے زیادہ معزز تو وہ ہیں کہ جب وہ اٹھیں تو ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے مسلمانوں کے دو ولی عہد آپس میں جھگڑا کریں اور پھر دونوں ایک ایک کر کے سیدھی کریں‘‘۔[تاریخ بغداد للخطیب: ١٤/ ١٥٠، المنتظم لابن الجوزی: ١٠/ ١٧٩، سیر أعلام النبلاء: ١٠/ ١١٩]

ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’احمد بن حنبل رحمہ اللہ کسی بیماری کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران آپ کے سامنے ابراہیم بن طہمان کا تذکرہ کیا گیا، تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ: مناسب نہیں ہے کہ صالحین کا ذکر ہو اور ہم ٹیک لگا کر بیٹھے رہیں‘‘۔ [الأنساب للسمعانی: ٣٨/٢، الآداب الشرعیة والمنح المرعیة: ٢٤/٢]

امام احمد رحمہ اللہ اپنے استاد امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ’’میں چالیس سالوں سے اپنی نمازوں میں شافعی کے لیے دعائیں کرتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اے میرے معبود تو مجھے میرے والدین کو اور شافعی کو بخش دے‘‘۔[تهذیب الأسماء واللغات للنووی: ٦٠/١]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’خلیفہ ہارون الرشید نے یہ مطالبہ کرتے ہوئے مجھے پیغام بھیجا کہ میں انہیں حدیث سناؤں، میں نے کہا: اے امیر المومنین! علم کے پاس آیا جاتا ہے وہ خود چل کر نہیں جاتا، تو وہ میرے گھر تشریف لائے اور میرے ساتھ دیوار پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ سفید پوش وسفید ریش بزرگوں کی تکریم کی جائے، چنانچہ وہ میرے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے‘‘۔[الحث علی طلب العلم للعسکری: ص:٨٤]

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی مجلس میں بیٹھا تو دیکھا کہ ان کے شاگردان کی اس طرح تعظیم وتوقیر کرتے ہیں جیسے وہ کوئی امیر ہوں‘‘۔[تاریخ دمشق لابن عساکر: ٩٠/٣٦]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’ایک شخص نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے میراث کے کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ سعید بن جبیر کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ حساب جانتا ہے‘‘۔[الطبقات الکبریٰ لابن سعد: (٢٦٩/٦)]

غور کریں عبداللہ بن عمر خود صحابیٔ رسول، خلیفہ کے بیٹے اور جلیل القدر عالم ہیں لیکن علم اور اہل علم کی قدر ومنزلت سے واقف ہیں، اس لیے ایک کم عمر غلام زادہ تابعی جوان کے شاگرد ہیں لیکن چونکہ علم ومعرفت سے مسلح ہیں اس لیے سائل کو ان سے فتویٰ پوچھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی کوفی سوال کرنے آتا تو فرماتے کہ: ''کیا تمہارے یہاں ''ابن الدہماء عطاء بن رباح نہیں ہے''؟ مطلب اس سے فتویٰ پوچھنے کے بجائے تم یہاں کیوں آئے ہو۔[سير أعلام النبلاء ط الرسالة: ٣٢٥/٤]

حالانکہ آپ حبر الامہ، ترجمان القرآن اور جلیل القدر صحابیٔ رسول ہیں اس کے باوجود اپنے شاگرد اور تابعی سے سوال پوچھنے کی نصیحت کرتے ہیں جو کہ صرف اور صرف علم و ادب اور فقہ و بصیرت کے پیش نظر ہے۔

ابو قیس الاودی فرماتے ہیں کہ: ''میں نے ابراہیم نخعی کو دیکھا آپ علقمہ کی سواری کی رکاب تھامے ہوئے تھے''۔

[معجم حفاظ القرآن عبر التاريخ: ٤٣٦/١]

سلمہ بن کہیل فرماتے ہیں کہ: ''جب بھی امام شعبی اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ کسی مجلس میں جمع ہوتے، شعبی کا احترام کرتے ہوئے ابراہیم نخعی خاموش ہو جاتے تھے''۔[تاريخ دمشق لابن عساكر :٣٦٧/٢٥]

حالانکہ یہ سب تابعین عظام ہم عصر تھے اور عموماً ایک ہی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں بصرہ پہنچا تو ''محمد بن بشار بندار'' کی مجلس میں حاضر ہوا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا: کہاں سے ہو برخوردار؟ میں نے کہا: بخاریٰ سے، تو مجھ سے پوچھا: ابوعبداللہ یعنی بخاری کیسے ہیں؟۔ انہوں نے آپ کو نہیں پہچانا، اور آپ سے بخاری کے بارے میں پوچھنے لگے حالانکہ خود بخاری ان کے سامنے کھڑے تھے۔ تو میں خاموش ہو گیا اور کچھ نہ بولا: پھر لوگوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے یہی ابوعبداللہ ہیں، تو آپ اپنے مسند سے اٹھے میرا ہاتھ پکڑا مجھ سے معانقہ کیا اور فرمایا: خوش آمدید اس شخص کو جن پر میں سالوں سے فخر کر رہا تھا''۔[تاريخ بغداد: ١٧/٢]

قارئین کرام! سلفِ صالحین، ائمۂ دین اور علماء مسلمین سے اس طرح کے ایسے بے شمار اقوال و آثار اور واقعات منقول ہیں جن سے ان کے دلوں میں اساتذہ اور علما و مشائخ کا جو احترام، تعظیم و تکریم اور مقام و مرتبہ پایا جاتا تھا اس کی عکاسی ہوتی ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ دور حاضر میں جو لوگ زور و شور سے خود کو سلفِ صالحین کی راہ پر چلنے والے کہلاتے ہیں ان کے اندر یہ چیزیں ادنیٰ درجے میں بھی موجود نہیں ہیں، جبکہ اس کے برعکس اساتذہ کے ساتھ بدسلوکی، انہیں الٹے سیدھے سوالات کے ذریعے پریشان کرنا، ان کی کمیاں خامیاں اور علمی لغزشیں بیان کرنا، اپنی قابلیت وصلاحیت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں کم تر ثابت کرنا، لوگوں کے سامنے ان کی غیبت اور چغلی کرنا، ان کی موجودگی میں شور مچانا اور با آواز بلند باہمی گفتگو میں مشغول رہنا طالب علموں کی عام عادت بن چکی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اساتذہ کا احترام و اکرام اور ان کی تعظیم و تکریم کرنے اور ہمارے اوپر ان کے جو حقوق مرتب ہوتے ہیں انہیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اسٹیٹس (نور کا ہالہ، ظلمت کا پرنالہ)

عبدالرزاق شمس الحق محمدی (استاذ جامعۃ التوحید بھیونڈی)

بلند و بالا پہاڑوں سے چشمے پھوٹتے ہیں اور سوشل میڈیا کے پتھروں سے اسٹیٹس کے دریا بہتے ہیں۔ اس اسٹیٹس کے دریا میں خس وخاشاک بھی ہوتے ہیں اور علوم و معارف کے لؤلؤ و مرجان بھی۔

اکیسویں صدی میں نسلِ نَو بہت سارے الیکٹرونک آلات کے غلط استعمال کے سبب پیدا ہونے والے فتنوں کی لپیٹ میں ہے، انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر اور انسٹا گرام پر اسٹیٹس بدل بدل کر رنگ جمانے اور دوستوں میں (اِن، IN) بنے رہنے کا فتنہ ہے۔ اس فتنے نے اب ایک فیشن بلکہ لت ونشہ کی صورت اختیار کرلی ہے۔

ایک سروے کے مطابق کچّی عمر کے بچوں اور پختہ کار قلم کاروں میں نیک نیتی اور حکمتِ عملی کے فرق کے ساتھ سوشل میڈیا پر اسٹیٹس (پوسٹ) بدلنے کی عادت بڑی تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے۔

شاپنگ پلازہ ہو یا کمرشیئل سینٹر، پان کی دکان ہو یا لفٹ۔ ہر بندہ دوسروں سے بے پرواہ اسٹیٹس کے جلوے بکھیر رہا ہے۔ اسٹیٹس کا نشہ اس قدر سر چڑھ کر بول رہا ہے کہ زید اسلم باہم ملتے ہیں تو سلام دعا ہوتے ہی پہلا سوال یہ پوچھا جاتا ہے یار میرا اسٹیٹس دیکھا کیا؟ کیسا لگا؟ اچھا وہ پہلا والا اسٹیٹس میسیج کیسا تھا؟ سامنے سے جواب آتا ہے ارے بھائی اتنا پسند آیا کہ میں نے تو اس کا اسکرین شاٹ لے لیا ہے اور اپنی موبائل گیلری میں محفوظ کرلیا ہے اور آئندہ کبھی اپنے اسٹیٹس پر لگاؤں گا۔

پھر زید اسلم سے کہتا ہے ارے بھائی میرے موبائل گیلری میں پانچ سو سے زیادہ رنگ برنگی اسٹیٹس پڑے ہیں جسے موقع بہ موقع اپنی اسٹیٹس وال یا ٹائم لائن پر چپکا تا رہتا ہوں۔

تو اسلم زید سے کہتا ہے ارے بھائی میں تو اسٹیٹس موبائل گیلری میں نہیں رکھتا بلکہ ویب سائٹ سے اٹھا کر ادھر ادھر پٹختا رہتا ہوں۔

قارئین! یہ ہیں ہماری نئی نسل کی ترجیحات جس کے آئینے میں ہم امت مسلمہ کا مستقبل دیکھ سکتے ہیں۔

کاریگر اور مزدور ہی نہیں بلکہ تاجر، والدین اور ماہرین علم نفسیات معاشرے میں پنپتی اسٹیٹس بدلنے کی لت سے پریشان ہیں جس نے معاشی کاروبار، سماجی تعلقات اور حفظانِ صحت کے تانے بانے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔ اربابِ حل وعقد یہ دیکھ کر رنج والم کی کروٹیں بدل رہے ہیں کہ گزشتہ دس سالوں سے سوشل میڈیا ایپس پر بہتر سے بہتر

اسٹیٹس رکھنے کی جو نا دیدہ مسابقہ آرائی جاری ہے اس کی زد میں آ کر اخلاقیات اور اقدار کے پاس ولحاظ کی چھتیں اُڑتی جارہی ہیں۔ بڑے بڑے نامور، دین دار اور قد آور اشخاص کے عملی کردار طشت از بام ہو رہے ہیں۔ اس سرد جنگ میں جس میں سوشل میڈیا پر اپنے آشناؤں کے مابین خوب سے خوب تر اسٹیٹس رکھنے کی دوڑ جاری ہے۔ جوشیلے صارفین کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں خواہ اس کی قیمت پر نیند قربان کرنا پڑے، وقت کی ناقدری کرنی پڑ جائے، ذمہ داریوں سے فرار کی راہ اختیار کرنی پڑے اور پیسے پانی کی طرح پھونکنے پڑ جائیں انہیں اس سے کوئی باک نہیں۔

اسٹیٹس بدلنے کا طریقۂ واردات: پل پل اسٹیٹس بدلنے والے نہ خدا کی نظر سے چھپے ہوئے ہیں نہ ہی فرینڈز اور سوشل میڈیا کمپنیوں سے پوشیدہ ہیں۔

سوشل میڈیا آپریٹ اور کنٹرول کرنے والی کمپنیوں نے اس بات کو تقریباً بھانپ لیا ہے کہ سوشل میڈیا پر فارغ البال بندوں کی یہ طبیعت ثانیہ بن چکی ہے کہ سوشل میڈیا استعمال کرنے والا بندہ کسی بھی عمر و جنس کا ہو تقریباً سب نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ وقفے وقفے سے مافی الضمیر کو سوشل میڈیا پر نشر کرتا رہے۔ جو اتنی قابلیت نہیں رکھتا وہ نامور لوگوں کے اسٹیٹس کاپی کرتا ہے یا پھر ان کا اسکرین شاٹ لیتا ہے اور فوراً یا دو چار دن کے فرق سے اسے اپنی وال یا اسٹوری لائن سے شیئر کر دیتا ہے۔ کچھ افراد کی مشغولیت کا دارومدار اسٹیٹس سجانا، سیلفی اور اشتہارات کی تبدیلی تک محدود ہوتا ہے۔ بہر حال اسٹیٹس کے نام پر علمی چوری (سرقہ علمیہ) بھی بلا خوف وخطر کی جاتی ہے اور اپنے عالم ہونے کی دھونس بھی جمائی جاتی ہے جبکہ بلا حوالہ کسی کا اسٹیٹس کاپی کرنا شرعاً واخلاقاً معیوب عمل ہے۔

اسٹیٹس چینجنگ کے ممکنہ مقاصد: نوخیز اور خام عمر سوشل میڈیا صارفین کے لحہ بہ لحہ اسٹیٹس بدلی کے پیچھے جذبۂ خود نمائی، حصولِ مفادات اور تشہیر ذات کے ساتھ خوب خوب لائک اور کمینٹ بٹورنا ہوا کرتا ہے۔ البتہ اہلِ علم وقلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ و قلیل ما ھم.

اسٹیٹس چینجر یوزر کا علمی حدود اربعہ: جب تک اسٹیٹس چینجنگ کی لگام اہل علم کے ہاتھ ہوتی ہے معلومات کی مصداقیت، علم کی مرجعیت اور تجربات کی توقیر باقی رہتی ہے۔ سوشل میڈیا پر سرگرم اہل علم کی ٹیم کے علاوہ بقیہ جو ''فوج ظفر موج'' پائی جاتی ہے، ان کے فصیح وبلیغ اور جامعیت سے بھرپور ایک سطری دوسطری یا تین سطری اسٹیٹس پڑھ کر دل میں کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ علم کا قدرداں علم دوست شخص ہے اور پڑھا لکھا بندہ ہے۔ اس بندے کا اسٹیٹس کا انتخاب اس قدر معیاری درجے کا ہے تو خود بندہ فہم وذکاء کے کون سے ساتویں آسمان پر فائز ہوگا؟

لیکن جب اس ''جوہر قابل'' سے دو چار نشستوں میں مل کر گفتگو کی جائے تو خوش فہمی کا بھرم جاتا رہتا ہے۔ عقیدتوں کا

قطب مینارز میں بوس ہوجاتا ہے۔موصوف کی اصلیت بے نقاب ہوجاتی ہے اوران کے طُرّہ پر پیچ وخم کا پیچ وخم نکل جاتا ہے۔

اور کبھی کبھی جب صاحب اسٹیٹس سے بھرپور واقفیت نہ ہوتو اعلیٰ اور معیاری اسٹیٹس شیئر کرنے والوں کے سامنے معمولی تیاری سے خطاب کرتے ہوئے نروس محسوس ہوتا ہے لیکن جب انہیں دوران خطاب اول تا آخر سر ہلاتے اور جھومتے دیکھا جائے تو سمجھ آتا ہے کہ:

شیر قالین دیگر است اور شیر میدان دیگر است۔

دنیائے اسٹیٹس کے ان بے تاج بادشاہوں کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ شیئر کرتے ہیں اپنی طبیعت ومزاج کے ہاتھوں مجبور ہوکر کرتے ہیں۔کچھ تو نیک نیتی سے افادۂ عام اور دعوت وتبلیغ دین کے جذبے سے اسٹیٹس شیئر کرتے ہیں، کچھ ناموری کے لیے اور کچھ چھیڑ چھاڑ کے لیے کرتے ہیں۔کچھ تو صرف شیئر برائے شیئر کے عادی ہیں۔یہ بھی لطیفہ ہے کہ اسٹیٹس کے خوگر اپنے شیئر کردہ اسٹیٹس کے متن کو بہت کم ہی یاد رکھتے ہیں۔بلکہ ہر مہینہ پرانے اسٹیٹس پلٹ کر دوبارہ شیئر کرکے اپنی علمیت اور علم دوستی کا مدلل ثبوت بھی دیتے رہتے ہیں۔طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ان کے لیے ہر اسٹیٹس کی عمر چوبیس گھنٹے ہوتی ہے۔

اسٹیٹس کی تبدیلی کا نفسیاتی تجزیہ: جب سے مدارس ویونیورسٹی اور فلموں اور ڈراموں سے یہ فکر عام کی گئی کہ واٹس ایپ ہو یا عام زندگی لوگ اسٹیٹس ہی پہلے دیکھتے ہیں۔

تب سے اسٹیٹس بدلنے کی رفتار بڑھتی چلی گئی ہے۔اور نتیجے میں ڈپریشن،احساس برتری واحساس کمتری میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

نفسیاتی زاویے سے دیکھا جائے تو اسٹیٹس کا شوق ایک فضول شوق ہے،آپ لگاتے ہیں کسی اور کے لئے محسوس کوئی اور کر جاتا ہے اور کاپی کوئی اور۔

اسٹیٹس تبدیلی کا عمل ایک نفسیاتی الجھن ہی نہیں بلکہ خود پر مسلط کردہ ایک غیر ضروری آفت کی پڑیا بن چکی ہے جو اسٹیٹس اور پوسٹنگ کے عادی اور خوگر کو پوسٹ اور اسٹیٹس کو نشر کرنے کے بعد ہر منٹ درمنٹ پر اپنے موبائل کھولنے اور فالوورس،فرینڈز کے ری ایکشن وری پلائی کے دیکھنے پر اکساتی ہے۔

نفسیات کے ماہرین کے نزدیک یہ ایک عجیب سی خارش ہے جو کسی طبی ڈکشنری میں تو نہیں پائی جاتی لیکن اکیسویں صدی کے سوشل میڈیا یا یوزر ہر خاص وعام کے ہاتھ میں موجود ہوتی ہے۔پھر بندہ خواہ عبادت گاہ میں ہو یا مارکیٹ میں یا پھر گھر میں یا ورک سائٹ پر یا میٹنگز میں اس کے ہاتھ اور موبائل کا مِلن جاری رہتا ہے انگلیوں کی تحریک سے کی پیڈ

کا عرش وفرش لرزتا رہتا ہے۔

اسٹیٹس تبدیلیوں سے متعلق معتدل نقطۂ نظر: واضح رہے کہ شرعی دائرہ میں رہتے ہوئے مثبت اور بامقصد نفع بخش موضوعات پر مضامین یا بیانیے پوسٹنگ کرنا یا امیجیس کی شکل میں بنے پوسٹر شیئر کرنا حرام یا کسی طور پر غلط نہیں ہے۔ ہمیں اس سے بھی قطعاً انکار نہیں کہ شارٹ اسٹیٹس بسا اوقات بڑے مضامین پر بھاری اور حاوی ہوتے ہیں۔خاص کر جب انہیں منہجی اور تجربہ کار و معتمد و معتبر علماء نے تیار کیا ہو یا جس میں مذکور اقتباسات سلف کی کتابوں سے کوٹ کیے گئے ہوں۔ جو قرآنی آیات واحادیث سے مزین ہوں باحوالہ ہوں ایسے بصیرت افروز اسٹیٹس کی نافعیت پر کلام نہیں۔

یہاں موضوع بحث اسٹیٹس چینجنگ کو فیشن سمجھنے، اپنی لت بنانے اور شہرت طلبی و ناموری پانے کی ہوڑ میں بہت آگے نکل جانے اور اس چکر میں اپنی صحت، وقت اور مال ودولت تباہ کرنے اور دیگر تعمیری سرگرمیوں کو موقوف کردینے اور ذکر الٰہی سے تغافل برتنے سے روکنا ہے۔ خلاصہ یہ سمجھیں کہ اسٹیٹس چینجنگ ایک منہجی اور داعی ومبلغ کے لیے جو وقت اور وسائل کا صحیح استعمال جانتا ہے اس کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے جبکہ جو فقط تفریح برائے تفریح اور سستی شہرت کے لیے اسٹیٹس بدلنے کا عادی ہے اس کے لیے یہ میدان دینی اعتبار سے فتنۂ دین وایمان ہے۔

اسٹیٹس چینجنگ کے عادی افراد سے کچھ سوالات: آخر میں ہم اسٹیٹس کی دیوانگی میں ڈوبے دیوانوں کو استفہامی سوالات کے ذریعے اصل مُدّعا تک لانا چاہیں گے تاکہ وہ فرصت نکال کر ان باتوں پر اصلاحی جذبے سے غور فرمائیں۔

(۱) کیا کبھی آپ اس پر غور کرتے ہیں کہ سوشل میڈیا پر آپ کے پوسٹ، اسٹیٹس، پوسٹ شیئرنگ اور دیگر تمام سرگرمیاں اور مشغولیات آپ کو جنت میں لے جائیں گی یا جنت سے دُور لے جائیں گی؟

(۲) کیا آپ اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ اسٹیٹس کے نام پر کم سے کم ویڈیوز اپلوڈ کریں؟ کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ کی پہچان آپ کے دوستوں میں اس طرح ہو کہ جب بھی کوئی آپ کا اسٹیٹس دیکھے تو اسے شرم وحیا سے آواز دھیمی کرنی پڑ جائے۔

(۳) کیا آپ کو نہیں لگتا کہ برتھ ڈے پارٹی، ڈھابہ کے کھانوں کی پکچرز، شادی کی سالگرہ حج وعمرہ اور آپ کے سفر کی تصاویر کو اسٹیٹس کے نام پر شیئر کرنے کا کوئی خاص علمی فائدہ نہیں۔ جبکہ اس کے نہ شیئر کرنے سے آپ کی ذات کو بہر طور کوئی نقصان بھی نہیں۔

(۴) کیا یہ آپ کی ڈیوٹی ہے کہ آپ اپنے گھر کی چہار دیواری سے لے کر سڑکوں اور ارض وسماء کی وسعتوں کی پل پل کی لائیو کمنٹری فرمائیں اور اسٹیٹس کے نام پر دھڑلے سے پکچرز اپلوڈ کرتے پھریں؟

(۵) اسٹیٹس آپ کی سوچ وتربیت کی عکاسی کرتا ہے،ایسے اسٹیٹس نہ لگائیں جس سے لوگ آپ کو مجنوں یا دیوانہ کہیں۔یادرکھیں بروز قیامت ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہوگا۔

(۶) کبھی کبھی اسٹیٹس کے نام پر سفلی جذبات کی تسکین کی جاتی ہے،اسٹیٹس سے کسی کی تحقیر یا تضحیک یا تجریح مقصود ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر جو لوگ منہ پر سچ بول نہیں پاتے وہ اب اسٹیٹس کا سہارا لینے پر مجبور ہیں۔کیا آپ نے بھی یہ پالیسی اختیار کر رکھی ہے؟

(۷) ایسی ویڈیو بھی اسٹیٹس پر نا لگائیں جس میں میوزک ہو چاہے اُس ویڈیو میں اچھی بات کیوں نہ لکھی ہو میوزک (موسیقی) حرام ہے اچھی بات لکھنے سے حلال نہیں ہو جائے گی۔کیا آپ اسٹیٹس کے نام پر شیطانی منتر یعنی موسیقی کی نشر واشاعت کر رہے ہیں؟

(۸) اسٹیٹس کے شوقینوں کی دنیا کا یہ المیہ بھی قابل ذکر ہے کہ دو دوست یا آشنا یا رشتہ دار باہم ایک دوسرے سے بات کرنے کے لیے کتنا ترس جاتے ہیں ناں، نمبر بھی ہو لیکن چاہ کر بھی رابطہ نہیں کر سکتے!! کیونکہ زمانے سے تعلقات منقطع ہیں۔لیکن موبائل میں نمبر سلامت ہے،اپنوں کے اسٹیٹس کو سِین کرنا، دل بار بار چاہتا ہے بس صرف اک بار ہی سہی بات تو ہو جائے،لیکن اب مزید ہمت نہیں رہی نظر انداز ہونے کی!

مسلسل کسی کو آن لائن دیکھنا لیکن بالمشافہہ بات کرنے کی ہمت نہ جُٹا پانا کسی روحانی اذِیّت سے کم نہیں!

کہیں آپ اس کشتی کے سوار تو نہیں؟

(۹) اس سے آگے کا معاملہ مزید خون کے آنسو رلا دینے والا ہے وہ یہ ہے کہ کسی بندے کے اسٹیٹس کے اندر شریعت کی بات یا قرآن وسنت کی بات یا کسی عالم کی تقریر دوسرے بندے کے طبع نازک پر گراں گزرے اوراس کے کاروبار کے خلاف یا اصول واخلاق کے خلاف ہو تو بندہ اسے اپنی ذات پر حملہ سمجھ کر اسٹیٹس رکھنے والے پارٹنر کو میوٹ یا بلاک کر دیتا ہے۔ نیز خیر، نفع اور علم کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔

(۱۰) آپ کا اسٹیٹس آپ کا علمی واخلاقی قد نہیں بلند کر سکتا۔آپ آن لائن اسٹیٹس کے شہزادے تو بن سکتے ہیں لیکن کیا فائدہ ایسے اسٹیٹس کا جس سے آپ عوام کی نظر میں وقتی طور پر مقبول ہوں لیکن خالق کائنات مالک ارض و سماوات کی نظر میں آپ کا اسٹیٹس انتہائی درجہ پست و بے وقعت ہو جائے۔کیا آپ اللہ کی نگاہ میں اپنا اسٹیٹس نہیں بنانا چاہیں گے؟ کیونکہ جس کا اسٹیٹس اللہ کے نزدیک مکرم ومحترم ومحبوب کا بن جائے پھر اسے کوئی رنج وغم نہیں ہوگا۔

الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. الذین آمنوا و کانوا یتقون.

سورۃ الملک: فضائل اور دروس وعبر

عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی

قرآن مجید اللہ کا کلام اور رب کی آخری آسمانی کتاب ہے، پورا قرآن خیر وبھلائی اور رحمت وبرکت اور شفا کا سرچشمہ ہے، اس پر ایمان لانا، تلاوت کرنا، آیات میں تدبر کرنا، عمل کرنا، شفا کے لیے قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا اور پوری زندگی اس کے مطابق گزارنا یہ قرآن کا حق ہے، البتہ رسولِ اکرم ﷺ نے کچھ سورتوں اور آیتوں کی خصوصی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ انہی میں سے ایک سورت سورۃ الملک بھی ہے۔ سورۃ الملک کی تین فضیلتیں صحیح احادیث میں موجود ہیں۔

پہلی فضیلت: پیارے نبی ﷺ اس سورہ مبارکہ کی تلاوت کیے بغیر نہیں سوتے تھے۔

"كَانَ لَا يَنامُ حَتّٰى يَقْرأَ الٓمّ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةُ ، و تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ"

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "نبی اکرم ﷺ جب تک "الم تنزیل" اور "تبارک الذی بیدہ الملک" پڑھ نہ لیتے سوتے نہ تھے" [الصحيحة:٥٨٥]

دوسری فضیلت: یہ سورہ مبارکہ اپنے ساتھی کے لیے شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اس کو معاف کر دیا جائے گا۔ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ سُورَةً فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا حَتَّى غُفِرَ لَهُ تَبَارَكَ الَّذِى بِيَدِهِ الْمُلْكُ"

"قرآن میں ایک سورت ہے جس میں تیس آیتیں ہیں وہ اپنے پڑھنے والے کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) سفارش کرے گی، حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اور وہ سورۃ "تبارک الذی بیدہ الملک" ہے" [صحيح ابن ماجه: ٣٠٦٨]

تیسری فضیلت: سورہ الملک قبر کے عذاب سے بچانے والی ہے، اس سورت کا ساتھی قبر کے عذاب سے ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سورةُ تبارك هى المانعةُ من عذابِ القبرِ"

"سورہ تبارک قبر کے عذاب کو روکنے والی ہے" [صحيح الجامع:٣٦٤٣]

محترم قارئین! تینوں فضیلتیں بڑی مہتم بالشان ہیں،اس سورہ کوسونے سے پہلے پڑھنے کی تلقین ہے چونکہ نیند موت کی طرح ہے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے سونے کی دعا میں نیند کوموت قرار دیا ہے،اور نبی اکرم ﷺ کا اسے سونے کے وقت پڑھنے کے لیے انتخاب کرنے کی وجہ آخرت میں اس کے خصوصی فوائد ہیں جیسا کہ دوسری اور تیسری فضیلت سے واضح ہے کہ یہ سورت عذابِ قبر سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور آخرت میں مضبوط شفاعت کی شکل میں نجات کا سبب بنے گی،گویا اس سورت کا اہتمام کرنے والا،آخرت میں کامیاب ہوجائے گا۔ان شاءاللہ

قارئین کرام! سورۃ الملک کی فضیلت کا تقاضا ہے کہ ہم ویسے ہی پڑھنے کا اہتمام کریں جیسا کہ پیارے رسول ﷺ کا معمول تھا۔اس سورت کی اہمیت کا راز کیا ہے؟ سونے سے پہلے اسے پڑھنے کا راز کیا ہے؟ یہ قابل غور پہلو ہے۔جب ہم اس سورہ کی آیات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے یہ سورت رب العالمین کی عظمت، بادشاہت،قدرت اورربوبیت کی تعلیم پر مشتمل ہے،اس سے بندے کے دل میں خالق ومالک کا خوف اوراللہ کی تعظیم پیدا ہوتی ہے،اسی سورہ مبارکہ میں اللہ نے تنہائی میں خوف الٰہی کےفوائد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾

”بیشک جولوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے رہتے ہیں ان کے لیے بخشش ہےاور بڑا اجروثواب ہے“

[الملك:١٢]

اللہ کاخوف وخشیت بڑی عظیم عبادت ہے،اوراس عبادت کا انعام اللہ کی جنت ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾

”ہاں جوشخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کوخواہش سے روکا ہوگا،تو بے شک جنت ہی(اس کا) ٹھکانا ہے“ [النازعات:٤٠-٤١]

سورۃ الملک زندگی کا مقصد،خالق کائنات کی تعظیم اوررب العالمین کی محبت سکھاتی ہے،رب عزیز کی قوت وطاقت کا درس دیتی ہے،رب سے بغاوت اورکفر کے برے انجام سے ڈراتی ہےاور بندگی کرنے والوں کے لیے سعادتِ عظمیٰ کی بشارت سناتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی ہی آیت میں فرمایا کہ بادشاہت کا مالک وہی اللہ ہےجس کے خیروبرکت کی کوئی انتہانہیں ہے اوروہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔

اس کے بعداللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہت اورعظیم قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ موت اور زندگی کا خالق بھی اللہ ہی ہے، اور اس زندگی کا مقصد آزمائش اور امتحان ہے کہ کون سب سے بہترین عمل والا ہے۔

۲۔ سات بلند و بالا، تہہ بہ تہہ عالیشان آسمان جس میں کوئی شگاف اور خلل نہیں ہے، اسی ایک اللہ نے بنایا ہے۔

۳۔ قیامت واقع ہونے والی ہے، اور اللہ نے شیاطین اور کفار کے لیے خوفناک جہنم تیار کر رکھا ہے اور پرہیز گاروں کے لیے جنت تیار کر رکھا ہے۔

۴۔ زمین کی تخلیق، چلنے کے لیے ہموار راستے، رزق کی فراوانی اور زمین کی نرمی اللہ کی قدرت کی دلیل ہے۔

۵۔ پرندے جو فضا میں پرواز کر رہے ہیں اور اپنے پروں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں، یہ اسی رب العالمین کی قدرت ہے کہ وہ فضا میں باقی رہتے ہیں۔

۶۔ انسانوں کو رب نے پیدا فرمایا، کان آنکھ، دل عطا فرمائے، روزی کا بندوست اسی اللہ نے کیا ہے یہ رب کی بادشاہت اور قدرت و رحمت کی دلیل ہے۔

۷۔ قیامت کا آنا یقینی ہے، لیکن اس کا علم صرف ایک اللہ ہی کو ہے۔

۸۔ آخری آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا کہ پانی جس پر تمہاری زندگی کا مدار ہے، وہ بھی رب کی رحمت کی وجہ سے بآسانی مل جاتا ہے ورنہ وہ چاہے تو پانی اتنی گہرائی میں کر دے کہ تم اسے کسی بھی صورت میں حاصل نہ کر سکو۔

جس اللہ کی شان یہ ہے کہ تم اپنی زندگی کی ہر ضرورت میں اس کے محتاج ہو، اس اللہ سے بغاوت کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا، شرک کرنا اور اللہ کی آیات کا انکار کرنا بلکہ اللہ کے رسولوں کو جھوٹا اور گمراہ قرار دینا کتنی جرأت اور دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی کی بات ہے، کیا سمجھ دار اور انصاف پسند ایسا کر سکتا ہے؟ نہیں کر سکتا ہے۔ دراصل تکبر و غرور اور دنیا کی محبت، نفس پرستی، من پسند زندگی کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے شیاطین اور اس کی راہ پر چلنے والے کفار اور اسلام کے دشمنوں کے لیے جہنم کی شدید وعید سنائی ہے، اور واقعی ایسا انسان سچ مچ اندھا ہے، بصیرت سے محروم ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو منہ کے بل چلنے والا قرار دیا ہے جسے اپنی راہ دکھائی ہی نہیں دے رہی ہے یہ بات آیت نمبر ۲۲ میں موجود ہے۔

اہل ایمان کے لیے اس سورۂ مبارکہ میں اہم پیغام پوشیدہ ہیں، جو سمجھ کر ہر روز تلاوت کرے گا اور غور و فکر کرے گا وہ اس کے اثرات اپنی زندگی میں ضرور محسوس کرے گا، چند اہم پیغامات درج ذیل ہیں:

۱۔ برکت یعنی خیر میں اضافہ اور دوام و ہیشگی رب کی طرف سے ہے، نعمتوں میں برکت ڈالنا صرف رب کا کام

ہے،لہٰذا برکت کے حصول کے لیے صرف رب العالمین سے رجوع کرنا چاہیے۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾

۲۔ آسمان وزمین کا خالق و مالک اور مدبر اللہ تعالیٰ ہے،وہ شہنشاہ ہے،اس لیے اس سے محبت کرنا اور اس سے ڈرنا ہی سمجھ داری اور سعادت مندی ہے۔

۳۔ زندگی کا مقصد ایمان اور عمل صالح کی زندگی گزارنا ہے۔﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾

۴۔ تنہائی میں رب سے ڈرنا ایک عظیم عبادت ہے جس پر مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۵۔ دنیاوی امور اور چیزوں میں مشغول ہوکر آخرت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔کیونکہ دنیا زوال پذیر ہے،دوام اور ہمیشگی صرف آخرت کے لیے ہے۔﴿وَإِلَيْهِ النُّشُورُ﴾

۶۔ کائنات میں موجود آیاتِ الٰہی مثلاً آسمان وزمین،سورج چاند،مختلف قسم کے پھل پھول،اناج،پیڑ اور پودے وغیرہ پر غور وفکر کرنا چاہیے،تاکہ رب کی تعظیم پیدا ہو،کیونکہ مخلوق کی عظمت خالق کی عظمت کی دلیل ہے۔

۷۔ صراط مستقیم یعنی اسلام پر چلنے والا رب العالمین کی نظر میں قابل تعریف ہے اور اس کے بصیرت اور بصارت کی گواہی رب نے خود دی ہے۔

۸۔ اللہ نے ہمیں پیدا کیا،کان،آنکھیں،دل عطا فرمایا تاکہ ہم شکر ادا کریں،ہر نعمت کا تقاضا ہے ہم اپنے رب کا شکر ادا کریں۔

۹۔ ایمان اور توکل علی اللہ ہدایت کی پہچان ہے اور اہل ایمان کا سب سے مضبوط وصف اور سہارا ہے۔اس کے برعکس شرک اور رب سے دوری کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

۱۰۔ قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے،یہ اللہ کے وسیع علم کی دلیل ہے،بلکہ اللہ تعالیٰ سینے کے پوشیدہ خیالات کو بھی جانتا ہے۔

۱۱۔ یہ سورہ اہل ایمان کو بندگی کے آداب سکھاتی ہے اور ایمان،عمل صالح،خشیت الٰہی،آخرت اور جنت وجہنم پر ایمان،رب کی شکر گزاری،غور وفکر،استقامت علی الدین،توکل علی اللہ اور رب العالمین سے ہمیشہ ڈرنے اور محبت کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سورہ مبارکہ کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

IIC MONTHLY RATION PACKAGE

بیوہ، یتیم، غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں کا سہارا بنیں!

Bewah, Yateem, Gurba, Masakeen Aur Zarooratmando'n Ka Sahara Bane'in!

Per Package ₹1600/-

Rice 10 kg.	Wheat Flour(Chakki) 10 kg.	Tuwar Dal 1 kg.	Vatana Dal 1 kg.
Masoor Dal 1 Kg.	Sugar 2 kg.	Tea 500 gm.	Refined Oil 3 liter
Mirchi Powder 100 gm.	Dhaniya Powder 100 gm.	Haldi Powder 100 gm.	Salt 1 kg.

Distribute By : IIC-Mumbai

Alhamdulillah

Every Month 12 Se 15 Family Ko Ration Kit Di Jati Hai.

Aiye Khidmate Khalq Ke Is Mission Mei'n Hamara Ta'aawun Karei'n- Jazakumullahu Khaira

Contact Karen Call or Whatsapp : 8291 063 785

ICICI BANK : Account Name : ILM FOUNDATION (Savings),
Account No. : 102801002071 | IFSC : ICIC0001028,
Branch : Andheri link Road Mumbai

UPI QR Code

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge, Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | islamsmessage | iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

ضروری اعلان برائے کانفرنس

"یک روزہ کانفرنس بعنوان: اسلام کا نظامِ وراثت"

ضروری اطلاع یہ ہے کہ ان شاء اللہ اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی (IIC-Mumbai) نے

"یک روزہ کانفرنس بعنوان: اسلام کا نظام وراثت"

بتاریخ: ۲۶/ جنوری بروز جمعرات ۲۰۲۳ء

بمقام: جامع مسجد اہل حدیث "مومن پورہ، بائیکلہ۔ ممبئی

منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان شاء اللہ اس کانفرنس میں ملک کے معروف علمائے کرام شرکت فرمائیں گے۔

کانفرنس کی تفصیلات عنقریب ان شاء اللہ منظر عام پر آئے گی۔

لہٰذا آپ لوگوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر اس پروگرام کو کامیاب بنائیں۔

جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء

منجانب: ذمہ داران اسلامک انفارمیشن سینٹر (IIC) ممبئی

To,

Book Post

If Undelivered Please Return To
Ahlus Sunnah
Managed by : ILM Foundation
Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882